﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۲ جمعۃ المبارک ۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء شمارہ ۳۸

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گناہ تو اور بھی ہیں مگر سب سے بڑا گناہ مامور من اللہ کا انکار ہے

ہمارا طریق بعینہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تھا

ایک شخص نے جو اکثر صوفیوں کی صحبت میں رہا ہے عرض کیا کہ دعا کریں کہ مجھے خدا کا شوق و معرفت حاصل ہو۔ فرمایا "پہلے ایمان کو درست کرو۔ یہ ریاضتیں جو طریقہ نبوی سے باہر ہیں یہ تو کسی کام نہ آئیں گی اور نہ منزل مقصود کو پہنچائیں گی۔ دیکھو بعض جوگی اس قدر ریاضتیں کرتے ہیں کہ اپنے بازو سکھا دیتے ہیں مگر اللہ کے نزدیک مقبول نہیں کیونکہ ایک تو ارشاد نبوی کے خلاف، دوم ایمان ہی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "انما یتقبل اللہ من المتقین" یعنی اللہ ان کی عبادت قبول کرتا ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ اور ڈرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے منشاء کے مطابق کام کرتے ہیں اور سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ اس کے مامور کو مانیں۔ دیکھو یہودی خدا کو مانتے ہیں اور مشرک بھی نہیں۔ قبلہ بھی ان کا وہ ہے جو پہلے مسلمانوں کا رہ چکا ہے مگر پھر بھی خدا کے حضور مقبول نہیں۔ صرف اس لئے کہ خدا کے رسول کو نہ مانا۔ رسولوں کو نہ ماننے سے وہی جنہیں عالمین پر فضیلت دی گئی تھی ملعون ہوئے کیونکہ گناہ تو اور بھی ہیں مگر سب سے بڑا گناہ مامور من اللہ کا انکار ہے۔

غور کر کے دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے بڑا گناہ یہ کیوں ہے۔ جس قدر گناہ ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانبرداری سے پیدا ہوتے ہیں اور خدا کے احکام ماموروں کی معرفت دنیا پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پس جب ان احکام کے لانے والے کو نہ مانا تو گویا اللہ کے کسی حکم کو بھی نہ مانا کیونکہ جس نے اللہ کی مرضی ظاہر کرنی تھی جب اس کا انکار کیا تو اس کی رضامندی کی راہوں کا کیونکر علم ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی باوجود خدا کو ماننے، نماز روزہ کرنے کے بندر سور کہلائے"۔

اس شخص نے عرض کیا حضور میں ایمان لایا۔ فرمایا، "پھر توبہ استغفار وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" (العنکبوت: ۷۰)۔ پوری کوشش سے اس کی راہ میں لگے رہو۔ منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی سے بخل نہیں۔ آخر انہیں مسلمانوں میں سے وہ تھے جو قطب اور ابدال اور غوث ہوئے۔ اب بھی اس کی رحمت کا دروازہ بند نہیں۔ قلب سلیم پیدا کرو۔ نماز سنوار کر پڑھو۔ دعائیں کرتے رہو۔ ہماری تعلیم پر چلو۔ ہم بھی دعا کریں گے۔ یاد رکھو ہمارا طریق بعینہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا تھا۔ آج کل فقراء نے کئی بدعتیں نکال لی ہیں۔ یہ چلے اور ورد وظائف جو انہوں نے رائج کر لئے ہیں ہمیں ناپسند ہیں۔ اصل طریق اسلام قرآن مجید کو تدبر سے پڑھنا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرنا اور نماز توجہ سے پڑھنا اور دعائیں توجہ اور انابت الی اللہ سے کرتے رہنا۔ بس نماز ہی ایسی چیز ہے جو معراج کے مراتب تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے۔ والسلام"۔ (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)

مختصرات

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۴ ستمبر بروز سوموار یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ قریباً ساڑھے چھ بجے شام حاضر احباب سے انفرادی مصافحہ اور اجتماعی دعا کے بعد مسجد فضل لندن سے روانگی ہوئی۔ یہ بات تاریخی لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس دفعہ پہلی بار حضور انور نے Channel Tunnel کے ذریعہ سفر اختیار فرمایا۔ روانگی سے قبل ٹرمینل کے باہر سروس ایریا میں حضور انور نے نماز مغرب و عشاء کی امامت فرمائی۔ کان اللہ معہ وایدہ فی کل مکان۔

اس سفر کے دوران حضور انور نے جماعت ہائے احمدیہ جرمنی کے جلسہ سالانہ میں شمولیت فرمائی اور ایمان افروز خطابات سے دلوں کو گرمایا۔ مختلف مجالس سوال و جواب منعقد ہوئیں جن کے بعد اجتماعی بیعت کی تقاریب بھی منعقد ہوئیں۔ حضور انور کے یہ سب ارشادات اولین فرصت میں ایم ٹی اے کے ذریعہ عالمگیر ناظرین تک پہنچائے جاتے رہے۔

گزشتہ ہفتہ میں پروگرام "ملاقات" کی بعض تفاصیل حسب ذیل ہیں:-

ہفتہ ۲ ستمبر ۱۹۹۵ء:-

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب معمول بچوں کی کلاس لی۔ شروع میں بچوں نے تلاوت اور نظمیں جن کی انہوں نے تیاری کی تھی حضور انور کو سنائیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کو اشعار کے معانی سیکھنے کی طرف توجہ دلائی اور اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار

کے ابتدائی چار اشعار کے معانی و مطالب تفصیل سے سمجھائے۔

اتوار ۳ ستمبر ۱۹۹۵ء:

نومبر ۱۹۹۳ء کی ایک مجلس سوال و جواب دوبارہ دکھائی گئی۔

سوموار ۴ ستمبر ۱۹۹۵ء:

پروگرام کے مطابق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہومیو پیتھی کی کلاس نمبر ۱۰۸ لی۔

منگل ۵ ستمبر ۱۹۹۵ء:

چونکہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ آج کل سفر پر ہیں اس وجہ سے ہومیو پیتھی کی کلاس نمبر ۲۲ دوبارہ دکھائی گئی۔

بدھ، جمعرات۔ ۶، ۷ ستمبر ۱۹۹۵ء:

ترجمۃ القرآن کی کلاسز نمبر ۲۱ اور ۲۲ علی الترتیب دونوں دن دکھائی گئیں۔

جمعۃ المبارک ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء:

"ملاقات" پروگرام کے وقت میں پروگرام "گلدستہ" پیش کیا گیا۔ جس میں سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متفرق واقعات بیان ہوئے۔

(ع - م - ر)

اللہ کے فضل سے ہر قوم میں سے وسیع پیمانے پر لوگ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۵ء)

جرمنی (۱۵ ستمبر) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج سٹی ہال آفن باخ (جرمنی) میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورہ الطارق کی آیات ۱۶ تا ۱۸ کی روح پرور اور معنی خیز تفسیر بیان فرمائی۔

حضور نے فرمایا کہ جب ترقی ہوتی ہے تو حاسد منصوبے بنانے میں بڑھ جاتے ہیں اور جماعت کی طرف سے اس وقت اطلاعیں ملتی ہیں جب دشمن منصوبے پر عمل شروع کر دیتے ہیں حالانکہ دشمن کے منصوبے کے آغاز سے پہلے ہی محتاط انداز میں تدبیریں کرنی چاہئیں۔ اور تدبیر کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔

حضور نے فرمایا "فمھل الکافرین امھلھم رویدا" کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تدبیر سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھ جاؤ کہ اب خدا نے کہہ دیا ہے اس لئے خدا خود ہی دشمن سے انتقام لے لے گا بلکہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اس وقت تدابیر اختیار کیں جب کہ دشمن ابھی منصوبے بنا رہا تھا۔

حضور نے اس سلسلہ میں غزوہ خندق کی مثال پیش فرمائی اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تدبیر اس وقت کی جب کہ دشمن اپنے منصوبے بنا رہا تھا۔ پس جماعت کو بھی بیدار مغزی کے ساتھ بروقت تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ حضور نے فرمایا کہ جرمنی میں اللہ کے فضل سے ہر قوم میں سے وسیع پیمانے پر لوگ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں اور دشمن بہت غیظ و غضب میں مبتلا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ایم۔ ٹی۔ اے۔ کے لئے آپ کے پاس صرف اس دورے میں ہی اتنے پروگرام بن چکے ہیں کہ اگر ان کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے نشر کیا جائے اور مختلف قوموں کے لوگوں کو سنوائے جائیں تو بہت وسیع پروگرام بن سکتے ہیں۔

حضور نے فرمایا میں نے ہدایت کی ہوئی ہے اور مجھے کامل یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے لئے ایسے سامان فرمائے گا کہ ہم چوبیس گھنٹے ٹیلی ویژن چلا سکیں اور پھر ہر زبان میں، ہر ملک کی سہولت کے مطابق اوقات مقرر کئے جا سکیں گے۔ پس اس طریق سے فائدہ اٹھانا چاہئے (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اداریہ

سنو! اب وقت توحید اتم ہے

عالمی تبلیغ کی کامیابیوں کے مظہر جلسہ سالانہ برطانیہ کے نہایت کامیاب اور بابرکت انعقاد کے بعد ۸، ۹ اور ۱۰ ستمبر کو جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ بھی اپنی تمام تر بلند اسلامی روایات واقدار اور امتیازی شان کے ساتھ بخیر و خوبی منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں بھی دنیا کی مختلف اقوام اور قبائل اور رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے احباب مرد و زن کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اس جلسہ میں شرکت فرمائی اور آپ کے روح پرور خطابات اور مجالس سوال و جواب سے حاضرین جلسہ نے اپنی علمی و روحانی تشنگی کو دور کیا۔ اس جلسہ کی مختلف تقریبات مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ دنیا بھر میں دکھائی گئیں اور یوں یہ دائرہ فیض روحانی صرف جرمنی تک محدود نہیں رہا بلکہ کل عالم پر محیط ہو گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

جماعت احمدیہ کے جلسہ ہائے سالانہ خواہ وہ کسی ملک میں بھی منعقد ہوں ملکی معروضی حالات کی بنا پر مختلف خصوصیات کے حامل ہونے کے باوجود بنیادی طور پر ایک ہی رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور وہ رنگ ہے رنگ تقویٰ۔ کہ ؎

رنگ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں خوبتر ○ ہے یہی ایمان کا زیور، ہے یہی دیں کا سنگار

ہمارے جلسوں میں عام دنیا کے میلوں ٹھیلوں کی طرح ظاہری آرائش و زیبائش کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا، کسی قسم کے ڈھول باجے نہیں ہوتے، کوئی رقص و سرود کی محفلیں نہیں لگتیں، کسی قسم کا دنگا فساد نہیں ہوتا۔ امیر و غریب، چھوٹے و بڑے، سیاہ و سفید، مشرقی و مغربی اور شمالی و جنوبی میں کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔ بلکہ ان جلسوں میں آنے والے خالصتہً اللہ تعالیٰ کی محبت میں عجز و انکسار اور اخلاص و ایثار کے اخلاق سے آراستہ ہو کر ذکر الٰہی کی ان پاکیزہ مجالس میں شامل ہوتے ہیں۔ ہمارے جلسے ہر قسم کے تصنع اور بناوٹ اور تکلفات سے مبرا ہوتے ہیں۔ ان جلسوں کا حسن سادگی اور اس نظافت میں ہے جو ایمان کا حصہ ہے۔ اور ان کی رونق عبادات اور ذکر الٰہی کی وہ مجالس ہیں جن میں شامل ہو کر مومنین قرب و محبت کی نئی راہوں سے شناسا ہوتے اور ایمان و عرفان کی نئی منازل کو طے کرتے ہیں۔ وہ اپنے سینہ و دل کو دنیا کی محبت اور ہر قسم کے بغض و کینہ سے پاک و صاف کر کے باہمی تعارف اور ہمدردی اور رشتہء تودد میں ترقی حاصل کرتے ہیں۔ ان کے ہاں وہی زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے جو زیادہ متقی اور دیندار ہو۔ ان جلسوں میں کسی کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں نہیں کی جاتیں۔ کسی قسم کے جھوٹ اور فساد کی باتیں نہیں ہوتیں بلکہ ان کا پیغام صدق و راستی پر مشتمل اخلاص اور محبت کا پیغام ہوتا ہے۔ یعنی اخلاص باللہ اور الحب للہ اور الحب فی اللہ۔ خدا سے محبت اور پھر اس کی محبت کے واسطہ سے اس کی مخلوق سے محبت۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جلسے باوجود ظاہری رکھ رکھاؤ کے نہ ہونے کے اور باوجود اپنی تمام تر سادگی کے اپنی صداقت کے حسن اور اخلاص اور محبت کی وجہ سے بہت گہرا اثر پیدا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اشد ترین معاندین احمدیت کو بھی ان جلسوں کی اثرانگیزی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ حال ہی میں برمنگھم سے شائع ہونے والے جماعت کے مخالف ایک رسالہ "صراط مستقیم" کے مدیر مسئول نے اپنے اگست، ستمبر کے شمارہ کے اداریہ میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "کیا بات ہے کہ قادیانی صرف ایک سالانہ کانفرنس کے ذریعہ ہزاروں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اپنے نظم و ضبط اور منصوبہ بندی سے متاثر کر لیتے ہیں مگر ان کے مقابلے میں تحفظ ختم نبوت کے تحت منعقد کی جانے والی کانفرنسیں ابھی تک کسی غیر جانبدار مسلمان یا غیر مسلم کو الا ماشاء اللہ متاثر نہیں کر سکیں"۔

جماعت کے سخت معاند کا یہ کھلا کھلا اعتراف یقیناً بہت اہمیت رکھتا ہے، والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

انہیں کیا معلوم کہ ہمارے جلسوں کی کامیابی اور اثرانگیزی کا راز "الاعتصام بحبل اللہ" میں ہے جس سے یہ محروم ہیں۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کے مطابق جو "حبل اللہ" اس زمانہ میں اتاری گئی ہم سب کو مل کر اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ اسی حبل اللہ سے وابستگی کا فیض ہے کہ ہم ان کی طرح تفرقوں میں پڑنے سے محفوظ ہیں۔ یہ اسی حبل اللہ سے وابستگی کا فیض ہے کہ ہم اللہ کے فضل اور احسان سے محبت و اخوت کی ایسی لڑی میں پروئے گئے ہیں کہ زمین کے تمام خزانے بھی اگر لٹا دئے جائیں تو ایسی محبت، ایسی الفت دلوں میں پیدا نہیں کی جا سکتی۔ یہ اللہ ہی کا کرم ہے کہ اس نے ہمارے دلوں میں ایسی وحدت پیدا کی ہے کہ آج ہم ایک ایسی "بنیان مرصوص" کی صورت اختیار کر چکے ہیں جس پر منکرین صداقت کبھی غالب نہیں آسکتے۔ آج صرف اور صرف جماعت احمدیہ مسلمہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو حبل اللہ سے وابستگی کے نتیجہ میں حقیقی معنوں میں امت واحدہ کہلانے کی حق دار ہے اور ہاں یہی وہ جماعت ہے جس کے ذریعہ ایک دفعہ پھر خدا کی توحید دنیا میں قائم ہوگی اور تمام سعید روحیں متحد ہو کر عالمی امت واحدہ کو پیدا کریں گی۔ ملک ملک میں ہونے والے جماعت احمدیہ کے یہ جلسہ ہائے سالانہ عملاً اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ؎

سنو! اب وقت توحید اتم ہے ○ ستم اب مائل ملک عدم ہے

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْہُ۔

(مسلم کتاب المساقات باب فضل انظار المعسر ، مشکوٰۃ باب الافلاس والانظار)

حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی بے چینیوں اور پریشانیوں سے نجات دے تو اسے چاہئے کہ وہ تنگ دست مقروض کو وصولی میں سہولت دے یا قرض میں سے کچھ معاف کر دے۔

قابل دید آج ان کی بزم کا منظر نہ تھا
حشر تو برپا ہوا پر میں سر محشر نہ تھا

گیت آزادی کے میں اس حال میں گاتا رہا
چار جانب میرے دیواریں تھیں لیکن در نہ تھا

نوحہ گر ہوں تیری ویرانی پہ اے خاک چمن
میرے دامن میں ترے قابل کوئی جوہر نہ تھا

یوں تو خاکستر سے اٹھ سکتے ہیں شعلے بھی مگر
میرے دل کی راکھ میں شاید کوئی اخگر نہ تھا

دے دیا تو نے تو سنگ در بدل دینے کا حکم
کیا خبر تجھ کو وہ میرا سر تھا سنگ در نہ تھا

میں نے دیکھا تھا ہجوم خشت باراں میں اسے
دیکھنے میں اس کے ہاتھوں میں کوئی پتھر نہ تھا

بیٹھنے دیتے نہیں یاں بھی بگولے چین سے
ہم نے ویرانہ کو گھر سمجھا مگر یہ گھر نہ تھا

عشق میں ڈوبے ہوئے کچھ لوگ ایسے بھی تو تھے
پار کر آئے جو دریا اور دامن تر نہ تھا

سخت جاں ایسے تھے ہم، مر مر کے جی اٹھتے رہے
آج شرمندہ تھا قاتل ہاتھ میں خنجر نہ تھا

آ گئے چل کر وہ زیر سایہ دیوار یار
طعنہ اغیار کا ناہید جن کو ڈر نہ تھا

(عبدالمنان ناہید)

بقیہ (خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۵ء)

اور ہر زبان کی ایسی ٹیمیں بنانی چاہئیں جو کہ پوری تندہی سے اس کام کو آگے چلا سکیں۔

حضور نے دشمن کے غیظ و غضب کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ تلملا رہا ہے اور اس کی پیش نہیں جا رہی۔ ملاں کہتا ہے جماعت احمدیہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اب ٹی وی کے ذریعے دنیا کو گمراہ کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا نہیں بلکہ میں خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہوں اور کسی کی مجال نہیں کہ اس پودے کو نقصان پہنچا سکے۔

حضور نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کی کھدائی کے ساتھ ساتھ اور بعد میں بھی دعاؤں میں لگ گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی دعاؤں میں لگے رہے یہاں تک کہ خدا نے آسمان سے آواز دی کہ تم ایک کمزور جماعت ہو تمہیں دنیا کی حکومتوں اور طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی توفیق نہیں ہے۔ پس ان دعاؤں کے بعد "فمهل الکافرین امهلهم رویدا" اب کافروں کو اپنے حال پر چھوڑ دو اب میں اپنی تدبیر سے ان کا حساب لوں گا۔

حضور نے ۱۹۸۴ء میں پاکستان میں نافذ ہونے والے بدنام زمانہ آرڈیننس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمن آپ کی آواز دبا دینا چاہتا تھا یہاں تک کہ آپ کو اذان کی اجازت نہیں تھی اور جماعت خدا کے حضور جس گریہ و زاری سے دعاؤں میں مصروف تھی کہ اے خدا ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم ان کا مقابلہ کر سکیں تو خدا نے فرمایا کہ "اکید کیدا۔ فمهل الکافرین امهلهم رویدا" اور دیکھیں خدا کی تدبیر نے کیسا کام دکھایا جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

یہ جمعہ ایک وسیع سٹی ہال میں ادا کیا گیا جو کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور جرمنی کے طول و عرض سے احمدی احباب و خواتین اپنے پیارے امام کی اقتداء میں جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

(خلاصہ تیار کردہ، صادق محمد طاہر، جرمنی)

دو قومی نظریہ اور اس کا اصل مفہوم

(مسعود احمد خان دہلوی، سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل، حال جرمنی)

پاکستان میں قائداعظم کی وفات کے بعد سے اہل پاکستان کے مابین "دو قومی نظریہ" بحث و تمحیص کا موضوع بنا ہوا ہے۔ اہل ملک کا ایک حصہ یہ کہتا ہے کہ دو قومی نظریہ کی بنیاد مذہب پر ہے۔ ایسے لوگوں کے نزدیک چونکہ قوم وطن کی بجائے مذہب سے بنتی ہے اس لئے ان کے نظریہ کے مطابق مسلمان خواہ وہ کہیں بھی ہوں دوسرے مذاہب والوں سے ایک علیحدہ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ مل کر کسی قوم کا حقیقی جزو نہیں بن سکتے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے اس لئے پاکستان کے مسلمان اس میں بسنے والے دوسرے مذاہب والوں سے ایک الگ قوم ہیں اور وہ ملک کی اکثریتی قوم ہونے کی وجہ سے بحیثیت شہری امتیازی شان اور حیثیت کے مالک ہیں۔ باقی رہے پاکستان میں بسنے والے دوسرے لوگ ان کی حیثیت جداگانہ قومیت کی وجہ سے "ذمیوں" کی ہے۔ وہ مساوی حقوق و مراعات کے حق دار نہیں ہیں۔ اس کے بالمقابل اہل ملک کا دوسرا حصہ جس میں جدید تعلیم یافتہ و روشن خیال مسلمان اور جملہ غیر مسلم اصحاب شامل ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد دو قومی نظریہ اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ اب پاکستان کے جملہ شہری بلا تفریق مذہب و ملت ایک ہی قوم کے افراد ہونے کی حیثیت میں یکساں فرائض اور یکساں حقوق و مراعات کے حامل ہیں۔

یہ اختلاف جس نے قوم کی یکجہتی کو بری طرح متاثر کیا ہے قائداعظم کے پیش کردہ دو قومی نظریہ کو غلط معانی پہنانے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اس نظریہ کو غلط معانی پہنانے کے دونوں طبقے یکساں ذمہ دار ہیں۔ اس اختلاف کو دور کرنے اور اصل حقیقت تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ اس امر کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے کہ دو قومی نظریہ سے خود قائداعظم کی مراد کیا تھی اور آپ نے دنیا کو اس نظریہ کا قائل کرنے کے لئے کس استدلال سے کام لیا کیونکہ آپ اپنے استدلال کی صداقت کے بل پر ہی برصغیر میں مسلمانوں کی ایک علیحدہ مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ سطور ذیل میں کوشش کی گئی ہے کہ خود قائداعظم کی ارشادات کی رو سے دو قومی نظریہ کے اصل مفہوم کو اجاگر کیا جائے تاکہ اس بارہ میں غلط فہمی کے باعث جو اختلاف رونما ہوا ہے وہ دور ہو سکے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان کے قیام میں دو قومی نظریہ پیش نہ کیا جاتا تو پاکستان کا معرض وجود میں آنا ممکن ہی نہ ہوتا۔ اب رہا یہ سوال کہ دو قومی نظریہ سے قائداعظم کی مراد کیا تھی سو اس کے لئے اس امر کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ قائداعظم نے یہ نظریہ کن حالات میں اور کیوں پیش کیا۔ جب پچیس سالہ کوششوں کے باوجود مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگرس اور حکومت برطانیہ سے اپنے جائز سیاسی و سماجی حقوق کے تحفظ کی کوئی حتمی اور یقینی ضمانت نہ مل سکی تو قائداعظم نے تحریک پاکستان کی جدوجہد کے دوران اپنی تقریروں اور بیانات میں بار بار اس امر پر زور دینا شروع کیا کہ نہ برصغیر ایک ملک ہے اور نہ اس میں رہنے والے ایک قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے جغرافیہ اور معروضی حالات پر نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ یہ ملک واضح طور پر دو ملکوں اور ان میں رہنے والی دو علیحدہ علیحدہ قوموں پر مشتمل ہے ۔ سو گویا دو ملکوں نے باشندگان برصغیر کو دو علیحدہ علیحدہ قوموں کی صورت میں ڈھال رکھا ہے ۔ آپ نے واضح فرمایا کہ اگرچہ پورے برصغیر میں مسلمان، ہندوؤں کے مقابلہ میں اقلیت میں ہیں لیکن فی الحقیقت وہ اقلیت میں نہیں ہیں بلکہ وہ اپنی جگہ اور اپنی ذات میں اکثریت ہی کی بنیاد پر ایک علیحدہ قوم ہیں اور وہ اس طرح کہ مسلمان اپنے مذہب، روایات، فلسفہ حیات، تاریخی سرمائے اور اس کے اثاثہ و آثار، ثقافت، رسوم و رواج اور طرز معاشرت کے اعتبار سے ہی ہندوؤں سے ایک الگ قوم نہیں ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہیں برصغیر کے بعض حصوں میں اسی طرح عددی اکثریت حاصل ہے جس طرح برصغیر کے دوسرے تین چوتھائی حصوں میں ہندو بہت غالب اکثریت میں ہیں۔ اس لحاظ سے برصغیر از خود پہلے ہی سے ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا کے دو علیحدہ علیحدہ حصوں میں بٹا ہوا ہے اور یہ دونوں حصے اپنی اپنی جگہ دو علیحدہ ملکوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں دو علیحدہ علیحدہ پس منظر اور تاریخی تسلسل رکھنے والی دو الگ الگ قومیں آباد ہیں۔ گویا برصغیر دو علیحدہ علیحدہ وطنوں اور ان میں بود و باش رکھنے والی دو الگ الگ قوموں کے مجموعے کا نام ہے۔

سیاسی لحاظ سے برصغیر کی اس جغرافیائی تقسیم کی روشنی میں قائداعظم کا استدلال یہ تھا کہ انگریزی تسلط کے خاتمہ کی صورت میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ برصغیر کے یہ دونوں حصے اور ان میں آباد دونوں قومیں اپنی اپنی جگہ دو آزاد و خود مختار مملکتوں کے طور پر آزادی سے ہمکنار ہوں۔ صاف ظاہر ہے دو علیحدہ علیحدہ وطنوں کی پہلے سے موجودگی کی بنیاد پر دو قومی نظریہ معرض وجود میں آیا اور وہ دونوں قومیں مذہب، ثقافت، آرٹ اور لٹریچر کے نقطہ نظر سے تھیں بھی ایک دوسرے سے مختلف۔

اس واضح اور روشن حقیقت سے عمداً صرف نظر کرتے ہوئے گاندھی جی، جواہر لال نہرو اور دوسرے کانگرسی لیڈر پورے برصغیر کو ایک ہی ملک قرار دے کر اس میں بسنے والے مسلمانوں کو ایک دائمی اقلیت کی حیثیت سے اپنے زیر نگیں رکھنا چاہتے تھے۔ قائداعظم نے برصغیر میں پہلے سے موجود ہندو اکثریتی علاقوں اور مسلم اکثریتی علاقوں (یعنی ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا) کی بنیاد پر دو قومی نظریہ پیش کر کے کروڑوں مسلمانوں کو اپنے زیر نگیں رکھنے سے متعلق کانگرس کی چال کو ناکام بنا دیا اور اس طرح مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں پر مشتمل پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت قائم کر کے دکھائی۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا کی پہلے سے موجود قدرتی تقسیم کے باعث قائداعظم کا پیش کردہ دو قومی نظریہ محض مذہب پر مبنی نہیں تھا بلکہ مذہبی اختلاف سے کہیں بڑھ کر یہ مبنی تھا برصغیر کی اس معروضی صورت حال پر کہ اس میں مسلمانوں کے اکثریتی علاقے نہ صرف پہلے سے موجود تھے بلکہ وہ سارے علاقے تھے بھی پوری طرح خود کفیل۔ پہاڑ، دریا، میدانی علاقے، نہریں، سمندری بندرگاہیں سب کچھ ان میں موجود تھا۔ یہ خود کفیل مسلم اکثریتی علاقے ان میں رہنے جملہ باشندگان کے لئے ایک علیحدہ وطن کا درجہ رکھتے تھے۔ اگر مسلم اکثریت کے یہ خود کفیل علاقے پہلے سے موجود نہ ہوتے تو محض مذہب کی بنیاد پر دو قومی نظریہ ان کی علیحدہ آزاد و خود مختار مملکت کے قیام کا موجب نہ بن سکتا۔ اس سے یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ قائداعظم کا دو قومی نظریہ مبنی تھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے دو علیحدہ علیحدہ اکثریتی علاقوں اور ان میں پہلے سے آباد علیحدہ علیحدہ قوموں کی موجودگی پر۔ اور یہ نظریہ خود اپنی جگہ مظہر تھا اس حقیقت کا برصغیر میں ایک نہیں بلکہ دو قومیں آباد ہیں اور قدرتی طور پر ان کی آباد کاری کچھ اس طرح عمل میں آئی ہے کہ ان کے دو علیحدہ علیحدہ وطن پہلے سے بنے ہوئے ہیں اور ان اوطان نے ان کے جداگانہ قومی تشخص کو اجاگر کر کے دکھایا ہے۔ اسی لئے قائداعظم کا استدلال یہ تھا کہ برصغیر کی آزادی موقوف ہے اس امر پر کہ دونوں قوموں کے علیحدہ علیحدہ وطنوں کو دو آزاد و خود مختار مملکتوں کی حیثیت دے دی جائے تاکہ دونوں قومیں اپنی اپنی امنگوں اور آرزوؤں کے مطابق اپنا اپنا مستقبل سنوار سکیں اور اقوام عالم میں باعزت مقام حاصل کر سکیں۔ خلاصہ یہ کہ دو قومی نظریہ ایک ہی ملک میں دو علیحدہ علیحدہ قوموں کی موجودگی کا آئینہ دار نہیں تھا بلکہ دو علیحدہ علیحدہ ملکوں اور ان میں رہنے والی دو الگ الگ قوموں کی موجودگی پر دلالت کرتا تھا۔

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دو قومی نظریہ جس معروضی صورت حال کا آئینہ دار تھا اسے خود قائداعظم نے دنیا کے سامنے کن الفاظ میں پیش کیا۔ اس ضمن میں سب سے پہلی بات جسے قائداعظم نے بڑی شدومد کے ساتھ پیش کیا یہ تھی کہ برصغیر کے مسلمان ہندوؤں سے تعداد میں کم ہونے کے باوجود اقلیت ہرگز نہیں ہیں اور اس لئے نہیں ہیں کہ وہ برصغیر کے بعض مخصوص علاقوں میں واضح اکثریت میں ہیں اور ان معنوں میں انہیں ایک علیحدہ وطن پہلے سے حاصل ہے۔ دوسرے متعلقہ فریقوں کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کر کے یہ ڈھنڈورا پیٹنا بند کر دیں کہ مسلمان ایک اقلیت ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لاہور منعقدہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلمانوں کے اقلیت ہونے کی پرزور تردید کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

"(ہم مسلمانوں کے متعلق ہندو کانگرس اور حکومت برطانیہ کی طرف سے) اقلیت کا لفظ اتنی مدت تک استعمال کیا گیا ہے کہ اس کے اثرات کا زائل کرنا بعض اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمان اقلیت میں نہیں ہیں ۔ ہر اعتبار سے مسلمان ایک قوم ہیں۔ برطانیہ اور کانگرس کی طرف سے کہا یہ جا رہا ہے۔ بہرحال آپ اقلیت ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟" اور جیسا کہ بابو راجندر پرشاد نے بھی کہا ہے "اقلیتیں اور کیا چاہتی ہیں"۔ میں اعلان کرتا ہوں یقیناً مسلمان اقلیت نہیں ہیں ۔ ہندوستان کے نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ اس ملک کے وسیع علاقے مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ مثلاً بنگال، پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان""۔

(قائداعظم کا پیغام صفحہ ۳۴)

یہی بات قائداعظم نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کے اجتماع منعقدہ ۲ مارچ ۱۹۴۱ میں بڑی شدومد کے ساتھ دہرائی۔ پہلے تو آپ نے یہ امر مسلمان طلباء کے ذہن نشین کرایا کہ ہم مسلمانان برصغیر بعض مخصوص علاقوں میں اپنی اکثریت اور مخصوص مذہبی ثقافتی طرز عمل کی وجہ سے اقلیت نہیں بلکہ ایک علیحدہ قوم ہیں اور پھر انہیں باور کرایا کہ حصول آزادی پر اپنے اکثریتی علاقوں میں اپنی علیحدہ آزاد و خود مختار مملکت قائم کرنا ہمارا حق ہے اور ہم اس حق کا ہی مطالبہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہندو قیادت اب تک وہی پرانی راگنی الاپے جا رہی ہے کہ ہم (مسلمانان برصغیر) ایک اقلیت ہیں اور یہ کہ وہ ہمیں جمیعت اقوام (لیگ آف نیشنز) کے قرار دادہ اصولوں کے مطابق تمام تحفظات دینے کے لئے تیار ہیں۔ میں اپنے دوستوں، ہندو لیڈروں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جمیعت اقوام مر چکی ہے۔ کیا تم کو اب تک یہ بات معلوم نہیں ہوئی؟ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تم کم از کم چوتھائی صدی پیچھے رہ گئے ہو۔ یہی نہیں بلکہ تمہیں تو یہ احساس بھی نہیں ہے کہ یورپ میں اور جنگ کے دوسرے میدانوں میں رونما ہونے والے واقعات کی رو سے پوری دنیا کا چہرہ ایک ایک ماہ، ایک ایک ہفتہ کے بعد تبدیل ہو رہا ہے۔ کیا یہ قدامت پسند فرقہ، یہ چھوت چھات پر یقین رکھنے والا فرقہ اپنے ارادے نہیں بدل سکتا؟ بہرحال ہمیں ان سے کیا! یہ بات بالکل واضح اور صاف ہے اور دن کے اجالے کی طرح عیاں ہے کہ ہم اقلیت نہیں ہیں ۔ ہم ایک قوم ہیں اور ایک قوم کے رہنے کے لئے ایک علاقہ چاہئے۔ محض یہ کہنے کا آخر فائدہ ہی کیا ہے کہ ہم ایک قوم ہیں؟ قوم ہوا میں نہیں رہ سکتی، وہ زمین پر رہتی ہے اور زمین پر اس کی حکمرانی ہونی چاہئے۔ قوم کو مخصوص علاقہ میں آزاد مملکت چاہئے (اور وہ مخصوص مسلم اکثریتی علاقہ بنگال، پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کی شکل میں پہلے سے موجود ہے۔ ناقل) اور آپ (یعنی آپ سب مسلمان) یہی تو حاصل کرنا چاہتے ہیں"۔

(ایضاً صفحہ ۴۵، ۴۶)

اس زمانے میں کانگرس اور مہاسبھا جیسی ہندو تنظیمیں بڑے زور شور سے یہ پراپیگنڈہ کر رہی تھیں کہ مسلم لیگ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کے قیام کا مطالبہ کر کے "دھرتی ماتا" کو تقسیم کرنے اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ ایک ہندو لیڈر نے یہ بھی کہا کہ یہ حرکت ایسی ہی ہے جیسے کوئی سفاک انسان کسی معصوم بچے کے گلے پر چھری پھیر کر اس کے جسم کے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس سراسر جھوٹے اور بے بنیاد پراپیگنڈے کا جواب دیتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا برعظیم کی تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ تو پہلے ہی مشتمل ہے ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا کے دو معروف و مشہور حصوں پر۔ اگر یہ تقسیم ہے تو یہ تقسیم تو قدرت کی طرف سے از خود کی گئی ہے۔ اور پہلے سے

موجود چلی آ رہی ہے۔ پورے برصغیر کو صرف اور صرف ایک ملک قرار دینا ہی ایک مغالطہ ہے۔ وہ ایک نہیں دو علیحدہ علیحدہ ملکوں پر مشتمل ہے۔ ہم جس ملک یا وطن کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ مسلم اکثریتی علاقوں کی صورت میں پہلے سے موجود ہے۔ ہم اس مخصوص علاقے کی آزادی اور اس میں آزاد و خود مختار مملکت کے قیام کے خواہاں ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کانگرس اور اسی طرح برطانیہ کی حکومت برصغیر کی اس پہلے سے موجود قدرتی تقسیم کو ایک زندہ جغرافیائی حقیقت کے طور پر تسلیم کر لے۔ سوال تقسیم کا نہیں بلکہ قدرت کی از خود پہلے سے کی ہوئی تقسیم کو دل سے تسلیم کرنے کا ہے۔ قائداعظم نے مسلم لیگ کانفرنس بمبئی منعقدہ ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء میں اس اٹل حقیقت کا بڑے ہی واشگاف الفاظ میں اظہار کیا اور اپنے خطاب کے دوران فرمایا:۔

"گاندھی جی کہتے ہیں "ہندوستان کو جیتے جی ٹکڑے کیا جا رہا ہے"۔ راج گوپال اچاریہ کہتے ہیں "بچے کے دو ٹکڑے کئے جا رہے ہیں"۔ قدرت نے پہلے ہی سے ہندوستان کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے ہیں۔ ہندوستان کے نقشہ پر مسلم ہندوستان (مسلم انڈیا) اور ہندو ہندوستان (ہندو انڈیا) پہلے ہی موجود ہیں۔ نہ معلوم اس کے متعلق اتنا واویلا کیوں کیا جاتا ہے۔ وہ ملک ہے کہاں جس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے؟ اور وہ قوم ہے کہاں جس کی قومیت فنا کی جانے کو ہے؟ وہ طاقت جس کے قبضہ میں آج ہندوستان ہے وہ انگریزوں کی طاقت ہے اور یہ جو ایک خیال دماغوں میں بیٹھ گیا ہے کہ ہندوستان ایک متحدہ ملک ہے اور اس کی ایک حکومت ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ انگریز اس سارے ملک پر حکمران ہیں"۔

(ایضاً صفحہ ۳۷، ۳۸)

پھر قائداعظم نے کانگرسی رہنماؤں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ برصغیر کو زبردستی متحد کرنے کی پچیس سالہ کوششیں کیوں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ آپ نے واضح فرمایا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کانگرس مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق اور باعزت مقام دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہ ہندو اکثریتی علاقوں اور مسلم اکثریتی علاقوں کی قدرتی تقسیم کو تسلیم نہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو محض ایک اقلیت قرار دے کر پورے برصغیر پر ہندو راج قائم کرنے کے خواب دیکھ رہی ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوں گے۔ بہتر یہی ہے کہ وہ اس حقیقت کو جو روز روشن کی طرح عیاں ہے تسلیم کر لے اور وہ یہی ہے کہ برصغیر میں مسلم انڈیا اور ہندو انڈیا کے علیحدہ علیحدہ علاقے پہلے سے موجود ہیں اور وہ ان کے اپنے اپنے اکثریتی علاقے ہیں۔ ان دونوں علاقوں کو اپنی الگ الگ آزاد و خود مختار مملکتیں قائم کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ چنانچہ آپ نے مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن دہلی کے اجلاس منعقدہ نومبر ۱۹۴۰ء میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مسلمان کیا چاہتے ہیں؟ گزشتہ پچیس برسوں میں انہوں نے باعزت سمجھوتوں کی متعدد کوششیں کیں اور باوجود کانگرس اور ہندوؤں کی مبینہ خواہش کے تاحال کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا۔ ہرچند کہ ہندو مسلم اتحاد کانگرس اور ہندوؤں کے تعمیری لائحہ عمل کا اہم ترین جزو ہے لیکن بجائے اتحاد و اتفاق کے دونوں ایک دوسرے سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کانگرس اور ہندو ایک ایسا سمجھوتہ چاہتے ہیں کہ جس کی بناء پر سارے ہندوستان کا اقتدار انہیں مل جائے۔ دوسری طرف مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ انہیں آزادی اور ہندوستان کی آئندہ حکومت میں مساوی حصہ ملے۔ ہندو مسلم نقطۂ نظر میں بھی بنیادی فرق ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم برطانیہ سے ایک ذمہ دار مشترکہ حکومت کے حصول میں ناکام رہے ہیں۔

ہم ہندو بھائیوں کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں آیئے دیانتدار اور عملی مدبرین کی طرح گزشتہ پچیس سال کے تجربہ سے فائدہ اٹھائیں، مصالحت کے نکتوں پر غور کریں، ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ ہندو راج کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں اور ہندوستان کو مسلم ہندوستان اور ہندو ہندوستان میں تقسیم کرنے پر راضی ہو جائیں"۔

(ایضاً صفحہ ۳۹، ۴۰)

قائداعظم کے مندرجہ بالا اور متعدد دیگر ارشادات سے ظاہر ہے کہ آپ نے اگرچہ دو قومی نظریہ کے تحت برصغیر کے مسلمانوں کو ہندوؤں سے الگ یعنی ایک جداگانہ قوم قرار دیا اور اس ضمن میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی، ثقافتی اور تہذیبی و تمدنی اختلافات کا بھی ذکر فرمایا لیکن خود آپ کے نزدیک محض یہ اختلافات اپنی جگہ اہم ہونے کے باوجود جداگانہ قومیت کی اساس نہیں بن سکتے تھے تاوقتیکہ جداگانہ وطنیت کا بنیادی عنصر موجود نہ ہو۔ اسی لئے آپ کا دو قومی نظریہ فی الاصل مبنی تھا اس حقیقت پر کہ ہندوستان قدرتی طور پر ہندو اکثریتی علاقوں اور مسلم اکثریتی علاقوں میں بٹا ہوا تھا اور اس طرح اپنی اپنی اکثریت کی بنیاد پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے پہلے ہی دو علیحدہ وطن بنے ہوئے تھے اور اس بناء پر ہی قائداعظم نے مسلمانوں کو اقلیت کی بجائے ایک علیحدہ قوم قرار دے کر اس امر کا اعلان کیا کہ مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے اکثریتی علاقوں میں ایک علیحدہ وطن کے طور پر اپنی آزاد و خود مختار مملکت قائم کریں۔ سو دو قومی نظریہ کی بنیاد محض مذہب نہیں تھا بلکہ اس نظریہ کا مقصد برصغیر میں دو علیحدہ علیحدہ ملکوں یا وطنوں (مسلم انڈیا اور ہندو انڈیا) میں آباد لوگوں کی جداگانہ قومیت کے تشخص و تخصص کو اجاگر کرنا تھا اور دنیا کو یہ باور کرانا تھا کہ نہ تو سارا کا سارا برصغیر ایک ملک ہے اور نہ اس کے جملہ باشندے ایک ہی قوم کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ برصغیر انڈیا کے ہندو اکثریت اور مسلم اکثریت کے دو علیحدہ علیحدہ ملکوں پر مشتمل ہونے کے باعث اس کے اندر واقع دو وطنوں میں دو علیحدہ علیحدہ قومیں رہتی ہیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ قائداعظم نے ہندوؤں کی تنگ نظری، تعصب، چھوت چھات اور ذات پات کی غیر انسانی تفریق کے پیش نظر اور اس سے بڑھ کر برصغیر کی معروضی صورت حال کے تناظر میں یہ بات کہی تھی کہ ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں ورنہ آپ کا اس سے یہ منشاء ہرگز نہیں تھا کہ دنیا کے جس ملک میں بھی مسلم اور غیر مسلم آباد ہیں وہ بہر صورت و بہرحال دو قومیں شمار ہونگے۔ آپ اس بات کے ہرگز قائل نہ تھے کہ ہر ملک یا وطن کے مسلمان اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کے ساتھ مل کر مشترکہ قومیت کا حصہ نہیں بن سکتے۔ آپ آگے چل کر مسلم انڈیا اور ہندو انڈیا میں قائم ہونے والی دو آزاد مملکتوں کے جملہ باشندگان کی اپنی اپنی جگہ مکمل آزادی اور ان کے یکساں اور مساوی حقوق و مراعات کے علمبردار تھے۔ حصول آزادی کے بعد آپ موجودہ ہندوستان میں رہنے والے جملہ باشندگان کو ایک قوم کے افراد سمجھتے تھے۔ اسی طرح پاکستان کے جملہ باشندگان آپ کی نگاہ میں ایک الگ قوم کے افراد تھے۔ اور وہ سب تھے مملکت خداداد کے برابر کے شہری یعنی ان سب کی ذمہ داریاں اور حقوق و مراعات یکساں اور مساوی تھے۔ بحیثیت شہری ان میں سرے سے کوئی فرق نہ تھا۔ آپ نے سب سے مقدم جو ضمانت فراہم کی وہ یہی تھی کہ تم سب برابر کے شہری ہو اس لئے بحیثیت شہری تمہارے درمیان کوئی فرق روا نہ رکھا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کے روز پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو بحیثیت سربراہ مملکت اپنے پہلے اور تاریخ ساز خطاب سے نوازتے ہوئے اعلان فرمایا:۔

"ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور برابر کے شہری ہیں"۔

آپ نے اس بارہ میں برطانیہ کی مثال کو اپنے سامنے رکھنے اور اسے ہمیشہ کے لئے اپنا نصب العین بنانے کی تلقین کرتے ہوئے مزید فرمایا:۔

"انگلستان میں اب نہ رومن کیتھولک رہتے ہیں اور نہ پروٹسٹنٹ (کیونکہ مذہبی عقیدہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے) وہاں مملکت کی نگاہ میں ہر شخص کی ایک ہی حیثیت ہے اور وہ ہے شہری کی حیثیت، ہر شخص انگلستان کا شہری ہے، برابر کا شہری اور پوری قوم کا ایک فرد۔

ہمیں بھی اس نصب العین کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ آپ دیکھیں گے کہ نہ ہندو ہندو رہے گا اور نہ مسلمان، مسلمان۔ کیونکہ مذہب تو ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں سیاسی نقطہ نگاہ سے کہہ رہا ہوں، حکومت کی نگاہ میں ہر شخص مملکت کا شہری ہو گا"۔

اس وضاحت کے علاوہ آپ نے ہر شہری کو مکمل مذہبی آزادی کی ضمانت دیتے ہوئے نہایت واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا:

"آپ آزاد ہیں، آپ عبادت کے لئے اپنے مندروں میں جانے میں آزاد ہیں، آپ اپنی مسجدوں میں جانے میں آزاد ہیں، آپ مملکت پاکستان میں اپنے عقیدے کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ خواہ کسی مذہب، فرقے یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں امور مملکت کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہو گا"۔

قائداعظم نے مجلس دستور ساز کے ممبران اور ان کی وساطت سے تمام باشندگان پاکستان کو یقین دلایا کہ اگر آپ اس بنیادی اصول کو حرز جان بنائیں گے تو آپ کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں رہے گی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"اگر آپ مل جل کر اس جذبہ کے تحت کام کریں گے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، ماضی میں آپ کے تعلقات ایک دوسرے سے کیسے ہی رہے ہوں، آپ سے ہر ایک کا رنگ، نسل، مذہب کچھ ہی ہو، وہ اول و آخر اس مملکت کا شہری ہے، اس کے حقوق و مراعات اور ذمہ داریاں مساوی و یکساں ہیں، تو ہم بے حد ترقی کر جائیں گے۔ ہمیں اس جذبہ کے تحت کام شروع کر دینا چاہئے۔ پھر رفتہ رفتہ اکثریت اور اقلیت کے مسلمان فرقے اور ہندو فرقے کے تمام اختلافات مٹ جائیں گے۔ ان معنوں میں کہ سب ایک ہی مملکت کے برابر کے شہری ہوں گے"۔

قائداعظم کی یہ تاریخ ساز تقریر انسانی، شہری، مذہبی آزادیوں اور حقوق و مراعات کا ایک عظیم چارٹر ہے۔ آپ قیام پاکستان کے مابعد پاکستان کے بانی اور پہلے سربراہ مملکت کی حیثیت سے جملہ مذاہب و ملل اور فرقوں کے افراد کو ان سب آزادیوں اور حقوق کی ضمانت کیوں نہ دیتے جبکہ اخوت و مساوات انسانی نیز احترام و خدمت انسانیت کو آپ کے نزدیک جزو ایمان کی حیثیت حاصل تھی اور آپ اسے روح اسلام بلکہ عین اسلام سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے تحریک پاکستان کے دوران اپنے ۱۹۳۹ء کے ایک پیغام میں اخوت و مساوات انسانی اور احترام و خدمت انسانیت کا بہت ہی مؤثر الفاظ میں درس دیا۔ ہم ان گزارشات کو قائداعظم کے اس پیغام کے بعض مندرجات پر ہی ختم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

"کلام الٰہی میں انسان کو خدا کا نائب کہا گیا ہے۔ اگر انسان کی اس تعریف کی معنویت پر غور کیا جائے تو ہم پر قرآن پاک کی اتباع کا فرض عائد ہو جاتا ہے۔ اور لازم ہو جاتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ہم ایسا سلوک کریں جیسا کہ خود خالق کائنات ساری نوع انسانی کے ساتھ کرتا ہے۔ وسیع معنی میں یہ فرض انسانی رواداری اور انسانیت کے احترام کا طالب ہے۔ یقین کیجئے کہ یہ فرض منفی نہیں بلکہ اثباتی ہے۔

ہمارے دلوں میں خلق اللہ کے لئے خواہ وہ کسی عقیدہ و خیال کے کیوں نہ ہوں اگر محبت اور رواداری کا کچھ جذبہ ہو تو روزمرہ کی زندگی میں اس کا عملی اظہار بھی ہونا چاہئے، خلوص اور خداترسی ہونی چاہئے، صوم و صلوٰۃ کی ریاضت سے ہماری اندرونی کیفیات تابندہ ہو گئی ہیں۔ جس کے بعد اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ ہم اپنے گھر میں، اپنے ملک میں جہاں مختلف عقائد و مذاہب کے لوگ بستے ہیں کامل میل ملاپ کے ساتھ رہیں۔ خانگی افعال ہوں یا عامتہ الناس سے تعلق رکھنے والے۔ ہمیں ایسے کام ہرگز نہ کرنے چاہئیں جن کے نتائج خود غرضی پر مبنی ہوں۔ وہی کام افضل ہیں جو اہل ملک کی فلاح و بہبود اور آخیر میں ساری دنیائے انسانیت کی بھلائی کے لئے ہوں یاد رکھیں کہ رسول پاکؐ کے نزدیک کوئی عمل خدمت خلق اور رواداری سے زیادہ دیندارانہ اور مستحسن نہیں۔ ہماری سماجی کامرانیاں اور سیاسی آزادیاں اسی پر منحصر ہیں، یہی حقیقت عظمٰی ہے، یہی روح اسلام ہے بلکہ عین اسلام ہے"۔

(کتاب بعنوان "قائداعظم نے فرمایا" مرتبہ شاہدہ بیگم صفحہ ۳۴ تا ۳۶۔ شائع کردہ فیروز سنز لاہور۔ سن اشاعت ۱۹۷۱ء)

نوٹ: مضمون ہذا میں بجز آخری حوالہ کے جملہ حوالہ جات "اہل پاکستان کی سبز کتاب" بعنوان "قائد کا پیغام" مرتبہ سید قاسم محمود شائع کردہ پاکستان اکیڈمی، ۴ شارع فاطمہ جناح لاہور۔ ایڈیشن گیارہ مطبوعہ ۱۹۷۶ء سے لئے گئے ہیں۔ ناشر و طابع رشید احمد مکتبہ جدید پریس لاہور۔

خطبہ جمعہ

نماز کا صبر کے ساتھ ایک گہرا رشتہ ہے اور حقیقت میں نماز اسی کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرنے والا ہو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۴ اگست ۱۹۹۵ء مطابق ۴ ظہور ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾
وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۳﴾ (سورہ ابراھیم : ۱۲، ۱۳)

یہ جلسہ سالانہ جو ابھی گزرا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ، اسی کے رحم سے، اسی کے اذن سے بے شمار رحمتوں اور فضلوں کی بارشیں برسا کر چلا گیا لیکن اس کی تروتازگی، اس کی شادابی، آئندہ جلسے تک دلوں کو ہمیشہ تروتازہ رکھے گی اور پربہار رکھے گی۔ بلکہ بہت سے دوست جو ملنے کے لئے آئے انہوں نے تو یہ کہا کہ یوں لگتا ہے کہ اس جلسے کی یاد ہمیشہ زندگی کا ساتھ دے گی اور جو روحانی لطف ہمیں یہاں نصیب ہوئے ہیں جب ہم جلسے کے لئے آئے تھے تو تصور بھی نہیں تھا کہ کیا کچھ لینے جا رہے ہیں۔ اور اس اظہار میں ہر قوم کے لوگ شامل ہیں۔ نئے آنے والے بھی اور پرانے بھی، مغربی بھی اور مشرقی بھی، سب کا یہ تاثر ایک قدر واحد ہے، سب میں مشترک ہے کہ یہ جلسہ خدا کے خاص فضلوں اور رحمتوں کا نشان بن کر آیا اور ایسا نشان بنا ہے جو آئندہ نسلوں کے لئے بھی ہمیشہ نشان کا کام دے گا۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے وہ اسی غرض سے چنی ہیں کیونکہ میں اس سے پہلے صبر کا مضمون بیان کرتا رہا ہوں اور آج بھی صبر ہی کے مضمون پر مزید کچھ کہنا تھا مگر اس آیت کریمہ نے ان دونوں باتوں کو جوڑ دیا ہے۔ اس جلسے کا مضمون اور صبر کا مضمون اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قالت لھم رسلھم" ان مخالفوں کو ان کے رسولوں نے کہا "ان نحن الا بشر مثلکم" ہم بھی تو تمہاری ہی طرح کے انسان ہیں اس سے بڑھ کر تو نہیں "ولکن اللہ یمن علیٰ من یشاء" یہ اللہ کی شان ہے جس پر چاہتا ہے اس پر احسان فرماتا چلا جاتا ہے۔ تم پر کیوں اس کے احسان نہیں ہو رہے یہ مراد ہے، یہ مفہوم ہے جو اس میں مضمر ہے۔ کہ ہم بھی تو انسان ہیں تم بھی انسان ہو، ہمارے پاس کون سی طاقت ہے کہ اللہ سے زبردستی احسان چھین سکیں۔ مگر احسان برستے ہیں تو ہمارے کاندھوں پر، ہمارے سروں پر بارش ہوتی ہے اور تم خالی بلکہ اس کے برعکس نظارے دیکھ رہے ہو "ولکن اللہ یمن علیٰ من یشاء" اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اس پر بکثرت احسان فرماتا ہے۔ "وما کان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن اللہ" اس کے دو معنے ہیں۔ مترجمین نے ایک ترجمہ یہ کیا ہے کہ ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی بھی روشن نشان یا روشن دلیل لا سکیں۔ اور ایک ترجمہ یہ ہے کہ ہم میں کب طاقت تھی کہ اپنے زور سے کوئی بھی روشن نشان اور کوئی غالب دلیل تمہارے سامنے پیش کر سکتے مگر جو کچھ ہوا اللہ کے اذن سے ہوا ہے۔ کیونکہ صرف اللہ ہی کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو کسی کو ایک غلبے والی دلیل یا روشن نشان عطا فرمائے۔ تو مجھے تو یہی معنی یہاں موزوں بھی دکھائی دیتا ہے، ویسے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور انبیاء کے حوالوں سے یہی معنی سجتا ہے۔ دوسرا بھی درست ہے، ایک دائمی حقیقت ہے کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی روشن نشان کسی کو عطا نہیں ہو سکتا۔ مگر "وما کان لنا" میں جو مفہوم ہے کہ ہو چکا ہے اور ہماری طاقت میں نہیں تھا، نشان تو آیا ہے مگر ہم اپنی طاقت سے نہیں لائے "وعلیٰ اللہ فلیتوکل المومنون" اور جو نشان ہیں یہ اتفاقی حادثہ کے طور پر نہیں، یہ جاری رہنے والے نشان ہیں اور اللہ پر توکل کے نتیجے میں عطا ہوتے ہیں اور ہم آئندہ بھی توکل ہی کرتے چلے جائیں گے۔ پس یہ نشان چونکہ اپنی ذات، اپنی کوشش، اپنی ذہنی تدبیروں یا چالاکیوں سے نصیب نہیں ہوا کرتا بلکہ توکل کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اس لئے فرمایا "وعلیٰ اللہ فلیتوکل المومنون" چاہئے کہ مومن اللہ ہی پر توکل کریں "ومالنا الا نتوکل علی اللہ" اور ہمیں ہوا کیا ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں۔ "وقد ھدانا سبلنا" وہ ہمیں بارہا ہماری ہدایت کے رستے دکھاتا چلا آ رہا ہے، دکھا چکا ہے۔ جب بھی کوئی مشکل درپیش ہو، جب بھی ہم دوراہے پر کھڑے ہوئے اس نے ہمیشہ ہدایت کے رستے ہمیں دکھائے تو وہ خدا آئندہ ہمیں کب چھوڑے گا۔ پس جس نے تمام ماضی میں ہمارا ساتھ دیا، ہر مشکل کے وقت ہمارے کام آیا، ہر مشکل فیصلے کے وقت صحیح فیصلے کی توفیق بخشی، ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم ایسے خدا پر توکل نہ کریں اور یقین نہ رکھیں کہ آئندہ بھی وہ ہم سے ایسا ہی سلوک فرمائے گا۔

"ولنصبرن علیٰ ما اذیتمونا" ہم ضرور صبر کریں گے، ہرگز صبر کا دامن نہیں چھوڑیں گے، اس چیز پر جو تم ہمیں تکلیف پہنچاتے ہو۔ اب اس سے پتہ چلتا ہے کہ صبر کا یہ مضمون پہلے سے ان آیات میں مضمر ہے مومن جب خدا سے انعامات پاتے ہیں اس پر توکل کرتے ہیں تو جانتے ہیں کہ دشمن نے بہت تکلیفیں پہنچائی تھیں اور ان کا بدنتیجہ نکلنے کا احتمال تھا لیکن کیوں بدنتیجہ نہیں نکلا۔ اس لئے کہ ہم نے صبر کیا، خدا نے ہمیں صبر کی توفیق بخشی اور اللہ نے صبر کو قبول فرما لیا اور اس کے نتیجے میں پھر ہمارے صبر آسمان سے ہم پر رحمتوں کی بارشیں بن کر اترے۔ یہ مضمون ہے جو پہلے ہی سے ان آیات میں مضمر چلا آ رہا تھا یہاں آ کر کھل گیا ہے۔ "ولنصبرن علیٰ ما اذیتمونا" اب ہم زیادہ پختہ عہد کرتے ہیں پہلے سے بڑھ کر قطعی طور پر فیصلہ کر چکے ہیں کہ جو تم دکھ پہنچاؤ گے ہم اس پر صبر کرتے چلے جائیں گے۔ "وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون" اور پھر اسی بات پر، توکل پر ہی مضمون کو عروج تک پہنچایا ہے۔ پس توکل کے یہ نتیجے ہوا کرتے ہیں، اسی کو توکل کہتے ہیں۔

صبر کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ صبر کا دامن چھوڑا بھی جا سکتا ہو اس وقت اگر کوئی انسان صبر کرے تو اس کا اجر ضرور اس کو عطا ہوتا ہے اور مومن کو چاہئے کہ ہمیشہ اللہ ہی پر توکل کرتا رہے۔

اب میں صبر کے متعلق مزید کچھ باتیں بعض احادیث کے حوالے سے اور بعض حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں سے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ چونکہ مضمون بہت وسیع ہے، بہت سی آیات کریمہ صبر کے الگ الگ پہلوؤں پر روشنی ڈال رہی ہیں اس لئے اسے ایک لمبا سلسلہ تو بنایا نہیں جا سکتا آج ہی کے خطبے میں انشاء اللہ چند امور پیش کر کے پھر آئندہ دوسرا مضمون شروع کروں گا۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے سارے کام برکت ہی برکت ہیں۔ یہ فضل صرف مومن کے لئے مختص ہے۔ اگر اس کو کوئی خوشی یا مسرت اور فراخی نصیب ہو تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور اس کی شکر گزاری اس کے لئے مزید خیر و برکت کا موجب بنتی ہے۔ اور اگر اس کو کوئی دکھ اور رنج، تنگی اور نقصان پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور اس کا یہ طرز عمل بھی اس کے لئے خیر و برکت ہی کا باعث بنتا ہے کیونکہ وہ صبر کر کے ثواب حاصل کرتا ہے۔

اب اس پہلو سے اس جلسے پر اس حدیث کا اس آیت کی روشنی میں دیکھیں کیسا واضح اطلاق ہوتا ہے۔ جتنے بھی اللہ نے ہم پر فضل نازل فرمائے ان پر آپ جتنا بھی شکر ادا کریں اتنا ہی کم ہو گا۔ پس آئندہ جلسے کی تیاری آج کے شکر سے شروع کر دیں اور مسلسل اللہ کی حمد کے گیت گاتے رہیں، اس کا شکر ادا کرتے رہیں اور یقین جانیں کہ جو کچھ بھی ہوا اسی کے فضل سے ہوا، اسی کے احسان سے ہوا ورنہ ہم میں ہرگز طاقت نہیں تھی کہ آج کے دور میں یہ عظیم الشان تبدیلیاں رونما کر سکتے، برپا کر سکتے جو رونما ہو رہی ہیں اور جن کے نتیجے میں دشمن پر ایک حشر بپا ہو چکا ہے۔ اس قدر تکلیف میں ہے دشمن، ان پر قیامت ٹوٹی ہوئی ہے اور اس مضمون کا اس پہلو سے اذیت سے تعلق ہے۔ جتنے خدا کے فضل بڑھتے ہیں اتنا ہی دشمن پیچ و تاب کھاتا ہے اور اذیت دینے کے نئے منصوبے بناتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آیت کریمہ میں یہ سمجھایا ہے کہ وہ منصوبے بنائے گا تو یاد رکھنا پہلے کب تم اپنی طاقت سے ان کی دشمنی سے بچ سکے

تھے۔ پہلے کب تم نے ان منصوبوں کو ناکام اور نامراد کیا تھا۔ یہ اللہ ہی تھا جس کے فضل سے تم محفوظ رہے، جس نے ان کے منصوبوں کو نامراد کر دیا۔ پس اللہ پر توکل رکھنا اور ان کی ایذاء رسانی کا جواب اپنے ہاتھ سے دینے کی کوشش نہ کرنا، یہ معاملہ اللہ کے سپرد رہنے دو۔

یہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو بار بار نصیحت کے ذریعے سمجھایا۔ پس آپ فرماتے ہیں شکر کرو گے خدا کی رحمتوں پر تو کثرت سے نعمتیں اور اتریں گی۔ اس کی رحمتوں کا نزول دن بدن بڑھتا چلا جائے گا۔ اور تکلیف پر صبر کر جاؤ گے تو اس کے نتیجے میں تمہیں پھر ثواب ملے گا، پھر خیر و برکت عطا ہوگی۔

صبر کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ صبر کا دامن چھوڑا بھی جا سکتا ہو اس وقت اگر کوئی انسان صبر کرے تو اس کا اجر ضرور اس کو عطا ہوتا ہے اور مومن کو چاہئے کہ ہمیشہ اللہ ہی پر توکل کرتا رہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، "صبر بڑا جوہر ہے۔ جو شخص صبر کرنے والا ہوتا ہے اور غصے سے بھر کر نہیں بولتا اس کی تقریر اپنی نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ اس سے تقریر کراتا ہے"۔ یہ جو غصے سے بھر کر بولنا ہے یہ عقل و خرد کو کھا جاتا ہے اور کوئی بھی ہوش باقی نہیں رہتی انسان میں۔ اس کے کلام میں برکت تو کیا معمولی عقل بھی باقی نہیں رہتی اور ایسا شخص مجنون کی طرح ہو جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا غصے سے بھر کر بولتا ہے یہ بہت پیارا، بہت ہی فصیح و بلیغ محاورہ ہے۔ بہت دفعہ انسان غصے میں کلام کرتا ہے لیکن ساتھ ساتھ صبر کی طنابیں بھی کسے رکھتا ہے۔ کوشش کرتا ہے کہ ہر وقت تہذیب و تمدن کے دائرے سے باہر نہ جائے۔ لیکن وہ جو غصے سے بھر کر بولتا ہے اس کے منہ سے سوائے غیظ و غضب اور گندگی اور بکواس کے کچھ نکلتا ہی نہیں۔

فرمایا ایسا شخص جو "غصے سے بھر کر نہیں بولتا اس کی تقریر اپنی نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ اس سے تقریر کرواتا ہے۔ جماعت کو چاہئے کہ صبر سے کام لے اور مخالفین کی سختی پر سختی نہ کرے اور گالیوں کے عوض گالی نہ دے۔ جو شخص ہمارا مکذب ہے اس پر لازم نہیں کہ وہ ادب کے ساتھ بولے"۔ فرماتے ہیں جو تکذیب کر رہا ہے اس پر کیوں لازم ہے کہ ہمارا ادب کرے۔ تم اپنے ایمان کے زاویے سے دیکھ رہے ہو تمہیں تکلیف پہنچتی ہے۔ مگر دشمن، دشمن ہی ہے، جو مجھے خاص طور پر جھوٹا سمجھ رہا ہے وہ تو ویسے ہی آزاد ہے جس طرح چاہے مجھ سے سلوک کرے، جو چاہے مجھے کہے"۔ اس کے نمونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں بھی بہت پائے جاتے ہیں۔ صبر جیسی کوئی شے نہیں مگر صبر کرنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تائید کرتا ہے جو صبر سے کام لے۔ دہلی کی سرزمین سخت ہے تاہم سب یکساں نہیں۔ کئی آدمی مخفی ہونگے، جب وقت آئے گا تو وہ خود سمجھ لیں گے۔ عرب بہت سخت ملک تھا وہ بھی سیدھا ہوگا"، دہلی تو ایسی سخت نہیں۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی پر حملہ کریں یا اخلاق کے برخلاف کوئی کام کریں۔ خدا تعالیٰ بردباری کا حکم دیتا ہے اور اسی کے مطابق کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کے الہامات کی تفہیم بھی یہی ہے کہ بربادی کریں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا شربت نہیں کہ فوراً کسی کے ہاتھ پر ڈال دیں"۔

اس لئے یہ بہت ہی اہم نصیحت ہے جو جماعت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنی چاہئے اور ہضم کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کو بار بار پڑھنے کی جو نصیحت ہے اس میں یہی بڑی حکمت ہے کہ حضرت اقدس کی تحریریں بہت گہری چلتی ہیں۔ ایک ایک لفظ کا انتخاب اللہ کے تصرف کے مطابق ہوتا ہے۔ اور جب تک انسان گہری نظر سے بار بار مطالعہ نہ کرے اس وقت تک صحیح معنوں میں ان تحریروں کا مفہوم پا نہیں سکتا اور نصیحت سے پورا استفادہ نہیں کر سکتا۔ جو چند باتیں اس نصیحت میں کی گئی ہیں ان میں سے چند نکات جو میں سمجھتا ہوں نمایاں طور پر آپ کے سامنے لانے ضروری ہیں، وہ میں رکھتا ہوں۔

یہ تبلیغ کا دور ہے اور خاص طور پر یہ جلسہ عالمی تبلیغ کی عظیم الشان کامیابیوں کا ایک مظہر تھا اور آئندہ جلسے کے لئے ابھی سے ہمیں تیاری کرنا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نصیحت کہ مخالفت ہوگی اور شرارتیں ہونگی، صبر سے کام لینا ہے، صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ زبان میں کسی قسم کی سختی اور تلخی نہ ہو بلکہ پیار اور محبت اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جاؤ۔ یہی وہ نصیحت ہے جس سے سارا قرآن مختلف جگہوں پر بھرا پڑا ہے اور بڑی قوت کے ساتھ قرآن کریم نے اسی نصیحت کو بار بار دہرایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ صبر جیسی کوئی شے نہیں مگر صبر کرنا بڑا مشکل ہے۔ اس لئے صبر کے ساتھ دعا اور عبادت کا مفہوم شامل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" صبر کے ذریعے مدد مانگو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہے تو صبر دکھاؤ اور صبر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے حق میں جوش مارے گی اور قوت کے ساتھ تمہیں نصیب ہوگی لیکن چونکہ صبر کرنا مشکل ہے اس لئے صلوٰۃ کا ذکر بھی ساتھ فرما دیا۔ "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" اس میں کئی مضامین ہیں مگر اس تعلق میں یہ دو باتیں سامنے رکھنی چاہئیں۔ اول یہ کہ محض صبر جبکہ انسان خدا کا عبادت گزار بندہ نہ ہو کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ایسے صبر کی کوئی قیمت نہیں، اسے کوئی پھل نہیں لگتا۔ شاذ کے طور پر بعض حالات میں ایک مظلوم بندے کا صبر مقبول ہو جاتا ہے مگر ایک قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر شخص کا صبر ضرور پھل لائے گا مگر نمازی کا صبر ہے جو پھل لائے گا۔ "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" پس مدد مانگو صبر کے ذریعے بھی اور صلوٰۃ کے ذریعے بھی۔ اور دوسرا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ صلوٰۃ پر قائم رہو گے تو پھر ہی تمہیں صبر کی توفیق ملے گی۔ جو بے نمازی لوگ ہیں انہیں صبر کی توفیق ہی نہیں ملتی کیونکہ نماز پر قائم ہونا خود ایک بڑا صبر ہے۔

قرآن کریم نے نماز کو صبر کے ساتھ باندھا ہے کہ نماز کی تلقین کرو "واصطبر علیہ" اور اس بات پر صبر کے ساتھ قائم ہو جاؤ۔ نماز کا صبر کے ساتھ ایک گہرا رشتہ ہے اور حقیقت میں نماز اسی کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرنے والا ہو تو یہ دونوں مضامین ایک دوسرے سے ایک اٹوٹ تعلق رکھتے ہیں جو لازماً جاری رہے گا۔ صابر بندے نماز پر بھی قائم ہوتے ہیں اور نماز پر صبر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حالت میں پڑھتے ہیں، ہر ابتلا میں پڑھتے ہیں۔ سخت نیند کی حالت میں بھی اٹھتے ہیں ان کے پہلو بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ سخت تھکن کی حالت میں بھی نماز پڑھتے ہیں۔ دفتروں میں بھی پڑھتے ہیں، دفتروں سے باہر بھی گھروں میں بھی، گلیوں میں نماز آئے تو گلیوں میں جگہ بنا لیتے ہیں۔ یہ صبر ہے جو نماز کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تو وہ لوگ جو نماز پر صبر کرتے ہیں وہ جب تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں تو پھر نماز کی طرف مزید توجہ پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ہمیں جب کوئی دکھ کی بات پہنچتی ہے، کوئی پریشانی کی خبر ملتی ہے تو سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وضو کیا اور دروازے بند کئے حجرے کے اور تنہائی میں خدا کے حضور گریہ وزاری کی۔ تو قرآن کریم جب فرماتا ہے صبر کرو اور نماز پڑھو "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" اس کے ذریعے مدد مانگو تو یہ دونوں ایک لازم ملزوم چیزیں ہیں ان پر آپ کو قائم ہونا ہوگا اور باقی دشمن جو کرے گا شرارتیں وہ تو کرے گا ہی۔ اگر کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں تو اس کی ایک قیمت تو ہمیں دینی پڑے گی یہ تو کامیابیوں کے ساتھ ایک لازمہ ہے۔ جہاں آپ کا صبر کامیابیوں کے ساتھ ایک لازمہ ہے وہاں دشمن کی تکلیف آپ کی کامیابیوں کے ساتھ ایک لازمہ ہے۔ آپ کو کامیابیوں کے نتیجے میں شکر کی توفیق ملتی ہے اور صبر کی توفیق ملتی ہے۔ صبر کی توفیق اس لئے ملتی ہے کہ دشمن کو تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ ایذا رسانی کرتا ہے تو پھر آپ کو صبر کی توفیق ملتی ہے۔ اور شکر اور صبر دونوں ہی بڑی نعمتیں ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مضمون کھول دیا ہے، خوب روشن فرما دیا ہے کہ اگر تم شکر کرو تب بھی موجیں ہی موجیں ہیں۔ صبر کرو تو وہ بھی بڑی نعمت ہے۔ تو مومن تو ہر حال میں کامیاب ہی ہوتا ہے۔ اس پر کوئی اندھیرا ایسا نہیں آتا کہ اس کی ترقی کی رفتار رک جائے۔ دن کو بھی چلتا ہے، رات کو بھی آگے بڑھتا ہے۔ پس اس پہلو سے آپ اپنا باقی وقت شکر کے ساتھ گزاریں اور تیار رہیں کہ دشمن جو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرے گا اس پر لازماً صبر اختیار کرنا ہے اور پھر صبر اور نماز کے ذریعے دشمن کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور یہ دو ایسے مؤثر ہتھیار ہیں جو کبھی ناکام نہیں ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبر کے تعلق میں مثال دی ہے "دہلی کی سرزمین بڑی سخت ہے" اب دیکھیں اس کا کیا تعلق ہوا "صبر جیسی کوئی شے نہیں مگر صبر کرنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تائید کرتا ہے جو صبر سے کام لے۔ دہلی کی سرزمین بڑی سخت ہے"۔ تعلق یہ ہے کہ تبلیغ میں صبر کے بغیر

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائنوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کروا سکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات:

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

جرمنی میں گاڑیوں کی حیرت انگیز سستی انشورنس

FRAUEN NUR 125%FUR ANFANGER
MANNER NUR 175%FUR ANFANGER

فوری تفصیلی معلومات کے لئے جوابی خط ارسال کریں

(FUR MJV-VERSICHRUNGBURO)M.HANIF SABIR
37269-ESCHWEGE JASMIN WEG-4, GERMANY

بات بنتی نہیں۔ جس زمین کو تم سخت سمجھ کر چھوڑ دیتے ہو بعض دفعہ اسی میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہری بھری کھیتیاں پھوٹنے لگتی ہیں اور وہی زمین بالآخر زرخیز ثابت ہوتی ہے۔ مثال دلی سے شروع کر کے بات عرب تک پہنچائی۔ فرمایا "عرب بہت سخت ملک تھا وہ بھی سیدھا ہو گیا۔ دہلی تو ایسی سخت نہیں" تو آپ نے دنیا میں جہاں جہاں بھی دلی فتح کرنی ہے یاد رکھیں کہ اس سے پہلے خیبر بھی فتح ہوا تھا۔ عرب کی سرزمین بھی تو بہت سخت تھی اور بالآخر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ مغلوب ہو گئی اور مومن کے صبر نے وہ زمینیں جیتی ہیں۔ پس صبر کے ساتھ اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اگر تبلیغ میں صبر نہ ہو تو انسان بہت سی فتوحات اور کامیابیوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

جتنے بھی اللہ نے ہم پر فضل نازل فرمائے ان پر آپ جتنا بھی شکر ادا کریں اتنا ہی کم ہو گا۔ پس آئندہ جلسے کی تیاری آج کے شکر سے شروع کر دیں اور مسلسل اللہ کی حمد کے گیت گاتے رہیں

پھر فرماتے ہیں "میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی پر حملہ کریں" حملہ کریں کا موقع کیا ہے۔ تبلیغ کر رہے ہیں صبر سے کام لیں تو حملے کا کیا موقع ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ بعض دفعہ دشمن اتنی ایذا رسانی کرتا ہے کہ انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور پھر کمزور ہوتے ہوئے بھی بعض دفعہ عواقب سے بے نیاز ہو کر حملہ کر بیٹھتا ہے۔ بعض دفعہ انسان جس کا صبر کا دامن ہاتھ سے جاتا رہے اتنی تکلیف اسے پہنچے کہ پھر وہ یہ سوچتا بھی نہیں کہ اس کے بعد میں مارا جاؤں یا میرے بھائی بندوں کو نقصان ہو گا۔ بعض دفعہ طیش میں آ کر یا خود اپنی تکلیف سے عاجز آ کر حملہ کر بیٹھتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاً جو حملے کا خیال آیا ہے صاف پتہ چل رہا ہے کہ اس کے پس منظر میں آپ بہت تکلیفیں دیکھ رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ دلی بھی فتح ہو گی جیسے عرب فتح ہوا تھا مگر کن کن راہوں سے گزرنا پڑے گا، کن آزمائشوں میں سے ہو کر جانا ہو گا۔ فرماتے ہیں، بعض لوگ حملہ کر بیٹھتے ہیں۔ صاف پتہ چل رہا ہے کہ بہت سخت ایذا رسانی ہو گی، سخت گالیاں دی جائیں گی، سخت تکلیفیں پہنچائی جائیں گی مگر حملہ نہیں کرنا۔ "میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی پر حملہ کریں یا اخلاق کے برخلاف کوئی کام کریں۔ خدا تعالیٰ بردباری کا حکم دیتا ہے اور اسی کے مطابق کرنا چاہئے"۔

بردباری اور صبر کیا دو الگ الگ چیزیں ہیں؟، ملتی جلتی چیزیں ہیں؟، ان میں کیا فرق ہے۔ صبر تکلیف پر برداشت کو کہتے ہیں یا غم پر برداشت کو کہتے ہیں اور اپنے غصے پر برداشت کو بھی کہتے ہیں۔ ان مختلف مواقع کی نسبت سے صبر کی کیفیت کچھ بدلتی جاتی ہے لیکن بردباری اور چیز ہے۔

بردباری اس حوصلے کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں دشمن تکلیف پہنچا رہا ہے لیکن انسان اس کو اتنا حقیر اور بے حقیقت دیکھتا ہے کہ تکلیف ہوتی بھی نہیں اس کو۔ وہ بڑے وقار اور برداشت کے ساتھ ان باتوں کو سنتا ہے جیسے بعض دفعہ پتھر سے گولیاں ٹکرا کر چپٹی ہو ہو کر گرتی رہتی ہیں اور پتھر کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تو بردباری بھی مومن کی ایک عظیم صفت ہے جو اس کو ہر قسم کے حملوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ ہمیں بردباری اختیار کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ بچہ چھوٹا سا بچہ ماں باپ کو ٹانگیں مارتا ہے، شور مچاتا ہے، وہ مسکراتے ہوئے اس کو پکڑ کے اپنے سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی ٹانگ نہ لگ جائے مگر غصہ نہیں آتا، کوئی دکھ نہیں پہنچتا جسے وہ برداشت کریں۔ یہ بردباری ہے اور بردباری کے اندر ایک تعلق بھی پنہاں ہوتا ہے۔ کوئی قابل نفرت چیز ہو اس سے انسان ایسی بردباری نہیں دکھا سکتا جیسی ایسے شخص سے جس سے کوئی تعلق، کوئی رشتہ ضرور ہو۔ پس تم نے بنی نوع انسان کی ہمدردی کی خاطر ایک کام شروع کیا اس کے رد عمل کے طور پر انہوں نے تکلیفیں پہنچائیں تو اس طرح دیکھو کہ بے چارے جاہل لوگ ان کو کیا پتہ کیا کر رہے ہیں اور وقار کے ساتھ گزر جاؤ۔

بردباری کے نتیجے میں تکلیف پہنچانے والے کو تکلیف پہنچتی ہے، یہ ایک طبعی امر ہے اور اسی میں آپ کا جواب بھی ہے، اسی میں آپ کا انتقام بھی ہے۔ اس کے بعد پھر صبر آسان ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ بعض لوگ کسی کو گالی دے کر ایذا رسانی کرنا چاہتے ہیں اس کو غصہ ہی نہیں آ رہا ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے ہو سکتا ہے دل میں ہو لیکن ظاہر نہیں ہونے دیتا تو اور بھی زیادہ وہ شخص مشتعل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس قدر جوش سے بپھر کر پھر وہ گالیاں دیتا ہے اور اگلا اگر اسی طرح بردباری کے ساتھ گزر جائے تو آخری نتیجہ یہ ہے کہ گالیاں دینے والا اپنی گالیوں سے زیادہ متاثر ہوا ہے زیادہ عذاب میں مبتلا ہوا ہے بہ نسبت اس کے جس کو گالیاں دی گئیں۔ تو بردباری ایک عظیم دفاع ہے۔ بعض دفعہ ایک انسان پتھر پہ گولی مارے تو وہی گولی واپس آ کر اس کے لئے جان لیوا ہو جاتی ہے۔ تو بردباری کرو تا کہ ساتھ ہی تمہارا انتقام بھی ہو لیکن بردباری میں کوئی ہیجان نہیں ہوتا۔ ایک جوابی حملہ اور کوئی جوابی حرکت نہیں ہے۔ اسی لئے میں نے پتھر کی دیوار سے مثال دی ہے۔ پتھر کی دیوار واپس آ کر اس پر حملہ تو نہیں کرتی جیسے جانور کو آپ کچھ کہیں تو وہ آپ پر حملہ کر دے۔ وہ اپنے وقار کے ساتھ اسی طرح عظم توں کا پہاڑ بنے ہوئے کھڑی رہتی ہے اور گولی آتی ہے اس کو لگ کر واپس گولی مارنے والے کی طرف دوڑتی ہے۔ تو عموماً بنی نوع انسان کے تعلقات میں اسی طرح کا مضمون ہم دیکھتے ہیں۔ ہمیشہ بردبار پر حملہ کرنے والا خود زیادہ تکلیف اٹھاتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بہت ہی قیمتی نسخہ ہمارے ہاتھ میں تھما دیا ہے۔ فرمایا "بردباری کا حکم دیتا ہے اسی کے مطابق کرنا چاہئے خدا تعالیٰ کے الہامات کی تفہیم بھی یہی ہے کہ بردباری کریں"۔ پس یہاں صبر سے ہٹ کر ایک اور مضمون جو شروع ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے الہامات کا مفہوم ہے جو آپ بیان فرما رہے ہیں۔ صبر کے مواقع بھی آئیں گے ضرور اور آتے ہیں لیکن بہترین دفاع بردباری ہے۔ پس جماعت کو بھی بردباری سے کام لینا چاہئے۔ فرماتے ہیں "ہمارے پاس کوئی ایسا شربت نہیں کہ فوراً کسی کے ہاتھ پر ڈال دیں"۔ اب ہاتھ پر ڈال دیں اور فوراً میں کیا تعلق ہوا۔ شربت تو پلایا جاتا ہے مگر اگر افراتفری میں کسی کو پیاس ہو تو ہاتھ آگے کرتا ہے۔ کہتے ہیں "پلا دے اوک سے ساقی" تو یہ اوک آگے کی جاتی ہے کہ اتنی جلدی ہے کہ گلاس ڈھونڈنے کا بھی وقت نہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فصاحت و بلاغت ایک عجیب مقام پر ہے، حیرت انگیز ہے۔ جس سرعت کا مضمون بیان کر رہے ہیں اسی طرح یہ نہیں فرمایا کہ ہم اس کے منہ میں ڈال دیں شربت۔ فرمایا اس کے ہاتھ پر ڈال دیں۔ اس نے بھی تو جلدی میں ہاتھ آگے کیا ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسا نسخہ نہیں کہ فوراً اس کو صبر کا شربت پلا دیں۔ صبر تو کرتے کرتے آئے گا اور محنت کرنی پڑے گی۔ اپنی تربیت کرنی ہو گی، اپنے آپ کو سلیقہ سکھانا ہو گا اور اس کے لئے انسان اپنی تربیت سب سے اچھی کر سکتا ہے مگر اگر دعا کے ذریعے مدد مانگتا رہے۔ اگر دعا کے ذریعے مدد نہ مانگے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

نماز کا صبر کے ساتھ ایک گہرا رشتہ ہے اور حقیقت میں نماز اسی کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرنے والا ہو

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "صبر کرو کہ یہ وقت صبر کا ہے۔ جو صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے بڑھاتا ہے۔ انتقام کی مثال شراب کی طرح ہے کہ جب تھوڑی تھوڑی پینے لگتا ہے تو بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ پھر وہ اسے چھوڑ نہیں سکتا اور حد سے بڑھتا ہے اس طرح انتقام لیتے لیتے انسان ظلم کی حد تک پہنچ جاتا ہے" یعنی وہ شخص بھی جو طبعاً ظالم نہ ہو بلکہ متوازن مزاج رکھتا ہو وہ بھی اگر اپنے آپ کو بار بار انتقام کی اجازت دے گا تو انتقام کی آگ خود ایسی ہے جو مزید کا مطالبہ کرتی چلی جاتی ہے۔ اس میں جہنم کی وہ صفت ہے "ھل من مزید" کا تقاضا ہے جو انتقام کی آگ سے از خود پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا تم بڑھو گے پھر اور جب بڑھو گے تو ایک ایسا وقت آئے گا کہ حد اعتدال سے تجاوز کر جاؤ گے اور جتنا تم پہ ظلم ہوا ہے اس سے زیادہ ظلم کر بیٹھو گے اور اگر یہ کرو گے تو خود اپنا نقصان کرو گے اور بالآخر اللہ کی نظر سے گر جاؤ گے۔ پس اس خوف سے کہ کہیں ہم اپنے بدلے اتارتے اتارتے اللہ کی نظر سے نہ گر جائیں صبر سے کام لینا بہتر ہے اور جہاں تک ممکن ہے انسان انتقام سے احتراز کرے۔

پھر اپنی جماعت سے خطاب کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحتیں جو ہیں وہ سنئے۔ فرماتے ہیں "ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وقت مسلمانوں کو پیش آئی تھیں۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے"۔ اب یہاں صبر دوسرے معنوں میں ہے۔ ایک شخص جو احمدی ہوا ادھر صبر کے ابتلاء کا، صبر کی آزمائشوں کا آغاز ہو گیا۔ اور آج کل تو کثرت سے مجھے ایسے خط ملتے ہیں، ایسی اطلاعیں ملتی ہیں کہ ایک خاندان احمدی ہوا ہے اور طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہو گیا، خود اس کے والدین اس کے دشمن ہو گئے۔ اس کو جائیدادوں

MARMALADE - YOGHURT - KONFITURE
FILLER
FULLY AUTOMATIC FILLING AND SEAMING
HAMBA 2400 TUMBLE FILLER
OUTPUT: 2.400 TUMBLER PER HOUR
VOLUME: 55mm/75mm ALSO 95 mm
REQUIREMENT: 3 kw - WEIGHT: 600 kg
FOR FURTHER INFORMATION, PLEASE CONTACT:
2nd HAND MAC
BONGARTSTR. 42/1, 71131 JETTINGEN, GERMANY
TELEPHONE AND FAX NO. 07452/78184

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

سے عاق کر دیا گیا بلکہ والدین نے خود بعضوں کو مقرر کیا بد معاشوں کو کہ اگر یہ کبھی قریب آئے تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ اس قدر سخت مصیبتیں پڑتی ہیں قبول حق کی راہ میں کہ اس کا صبر کے بغیر مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ناممکن ہے کہ انسان صبر کے بغیر ان ابتلاؤں سے زندہ بچ کے نکل سکے۔ فرماتے ہیں "سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست، رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بہن بھائی بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء اور رسل سے زیادہ نہیں ہو۔ ان پر اس قسم کی مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اس لئے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقع ملے۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو"۔

اگر تبلیغ میں صبر نہ ہو تو انسان بہت سی فتوحات اور کامیابیوں سے محروم رہ جاتا ہے

پس انبیاء پر بھی جو مشکلات آئی ہیں وہ نعوذ باللہ من ذالک کسی سزا کے طور پر تو نہیں آئیں یا مٹانے کی غرض سے تو نہیں آئیں۔ وہ تو انہیں پہلے سے مضبوط تر کرنے کے لئے آئی ہیں اور صبر کے ذریعے انہوں نے مقابلہ کیا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں انبیاء و رسل کی پیروی کرو۔ اور صبر کے طریق کو اختیار کرو، تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو پہلے انبیاء کا کیا نقصان ہو گیا وہ تو ہمیشہ بڑھتے ہی رہے اور بالآخر دشمن کلیۃً ناکام اور نامراد ہو کر رہ گیا۔ پس آج بھی وہی حربہ ہے جو استعمال کرنا ہے جو پہلے کامیاب تھا آج بھی کامیاب ہو گا۔

وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ورنہ چاہئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے ہیں اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے میں شمولیت اختیار کر لی ہے ان سے دنگا فساد مت کرو۔ بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ انکو بھی بصیرت و معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے"۔

یہاں دعا کے ساتھ "غائبانہ" کا لفظ لگا دیا ہے۔ بعض دفعہ بعض دعائیں لوگوں کو سنانے کے لئے ہوتی ہیں کہ اچھا تم یہ کہہ رہے ہو، ہم یہ دعا دیتے ہیں۔ اس میں بھی ایک انانیت کا پہلو ہوتا ہے۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ تم گندے ہو اور ہم صاف ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غائبانہ کا لفظ داخل کر کے خصوصیت کے ساتھ ہماری توجہ اس طرف پھیر دی کہ جب تمہارا دشمن جو تمہاری بدی چاہتا ہے، ہر قسم کی زیادتیاں تم پر کر رہا ہے، تمہیں دیکھ بھی نہیں رہا اس وقت اگر تم اس کی ہمدردی میں اس کے لئے دعا کرو گے تو یہ تمہاری سچائی کی علامت ہے اور تمہاری دعا کی قبولیت کا ایک نشان بن جائے گا۔ کیونکہ ایسی دعائیں جو تکلیف دینے والے کے لئے کی جاتی ہیں اور اس کو پتہ بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو زیادہ قبول فرماتا ہے۔

فرماتے ہیں، ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت و معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے"۔

اب یہ بھی بہت ہی اہم نصیحت ہے اگر وہ کہتے ہیں کہ تم بد ہو گئے ہو تو بد ہو کر تمہیں پاک رسمیں کیسے نصیب ہو گئیں اچھی راہ کیسے مل گئی۔ پس نیکیوں میں آگے بڑھو اور ایسا پاک نمونہ دکھاؤ کہ دشمن خود دیکھ لے اور سمجھ لے کہ اس نے جو بھی راہ اختیار کی ہے وہ اچھی ہے اور ہم سے بہتر انسان بن رہا ہے۔ اور بسا اوقات رشتے داروں میں تبلیغ میں سب سے مؤثر ذریعہ یہی بنتا ہے۔ جب وہ تکلیفیں دینے والے تکلیفیں دے رہے ہیں، جواباً کوئی سختی کا عمل نہیں دیکھتے بلکہ ضرورت کے وقت کام آنے والا بیٹا یہی ثابت ہوتا ہے جو احمدیت اختیار کرنے کے نتیجے میں ان کی طرف سے کاٹا گیا تھا۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ پہلے سے بڑھ کر با اخلاق ہو گیا ہے، نمازوں پر قائم ہو گیا ہے، غریبوں کا ہمدرد ہو گیا ہے، بنی نوع انسان کی بھلائی چاہتا ہے تو ایسے نیک نمونے کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے اور زبانی تبلیغ کے مقابل پر ایسے شخص کا پاک نمونہ بہت زیادہ قوی اور مؤثر تبلیغ بن جاتا ہے۔

"دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں" اب مامور تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ہی لیکن خصوصیت کے ساتھ اس امر پر مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں۔

یہ ماموریت کا بار بار کے ساتھ جو تعلق ہے یہ دراصل وہی مضمون ہے جو قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تعلق میں بیان ہوا ہے۔ "ذکر ان نفعت الذکریٰ" اور "فذکر انما انت مذکر" ان دونوں آیتوں کو اکٹھا پڑھیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ بار بار نصیحت کرنا ایسا کہ اس کی شخصیت کا نام مذکر بن جائے، مستقل مذکر ہی کہلائے، یہ وہ امر ہے جس پر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مامور فرمایا گیا تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں بھی قرآن ہی کی طرف اشارے کرتی ہیں اور قرآن ہی سے پھوٹتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں میں اس بات پر مامور کیا گیا ہوں کہ تمہیں اس بات کی بار بار نصیحت کروں۔

> "بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامے کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو"۔

اب یہ جو کھسکنا لفظ ہے یہاں بہت برمحل استعمال ہوا ہے۔ دراصل یہ کھسکنا کسی بدنی خطرے سے بچنے کی خاطر نہیں ہے بلکہ اشتعال سے بچنے کی خاطر ہے۔ یہ مضمون ہی وہ بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا ہے جب دشمن گندی زبان استعمال کرتا ہے، ظالمانہ حملے کرتا ہے تو تم بعض دفعہ دیکھتے ہو کہ شاید تم میں اب طاقت نہ رہے کہ زیادہ صبر کر سکو اور ہو سکتا ہے تمہارا پیمانہ لبریز ہو جائے اور تم بھی جواباً ویسی ہی کاروائی شروع کر دو۔ تو ایسی صورت میں کھسکنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہے خاموشی سے الگ ہو جاؤ۔ یعنی ایسے محل ہی سے گریز کرو، ایسے مقام سے اجتناب کرو اور الگ ہونے کی کوشش کرو۔ اور کھسکنے میں آہستگی بھی پائی جاتی ہے، تیزی سے بھاگنا نہیں ہے۔ تیزی سے بھاگنے والے کو کھسکنے والا نہیں کہتے۔ بھاگنے کے ساتھ خوف شامل ہے اور کھسکنے کے ساتھ ایک سلیقہ، طریقہ ہے کہ خاموشی سے، آہستہ سے نکل جاؤ وہاں سے۔ بھاگ کر نہیں جانا اس میں بھی بے غیرتی ہے اور بزدلی ہے اور مومن بے غیرت اور بزدل نہیں ہوا کرتا۔

جب تمہارا دشمن جو تمہاری بدی چاہتا ہے، ہر قسم کی زیادتیاں تم پر کر رہا ہے، تمہیں دیکھ بھی نہیں رہا، اس وقت اگر تم اس کی ہمدردی میں اس کے لئے دعا کرو گے تو یہ تمہاری سچائی کی علامت ہے اور تمہاری دعا کی قبولیت کا ایک نشان بن جائے گا

"اور نرمی سے جواب دو" جواب دینا ہے نرمی سے دینا ہے۔ "بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو۔ لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا تو خود اسے شرم آ جاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے"۔

بعض اوقات ایسے خوفناک قتال سے انسان صبر کے ذریعے نجات پاتا ہے جہاں توپیں بیکار ہوتیں لیکن صبر نے بڑے غالب دشمن کے شر سے انسان کو بچا لیا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لے رہے، بہت گہری حقیقت ہے کہ "صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے"۔ صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔ ایک زائد بات اس میں یہ ہے

SCL

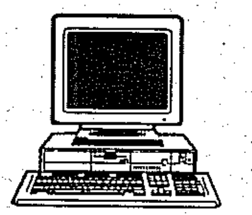

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

کہ توپیں دلوں کو فتح نہیں کیا کرتیں۔ وہ جسموں کو مار تو دیتی ہیں اور ایک انسان کی عزت کو خاک میں تو ملا دیتی ہیں مگر دل نہیں جیتا کرتیں۔

"یقیناً یاد رکھو کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے" اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ دیکھیں کیسا اپنائیت کا اظہار ہے اور بلند توقعات کو ایک چھوٹے سے جملے میں کس وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا۔ ہے ہماری جماعت کا، لڑ پڑتا ہے چھوٹی سی باتوں پر، فرمایا مجھے اس کا بہت رنج پہنچتا ہے۔ "اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی"۔ اب ٹھہرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے، نہیں فرمایا۔ فرمایا ٹھہرے گی۔ اس بات میں قطعاً شک نہیں ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ عارضی انفرادی کمزوریوں کے باوجود لازماً یہی وہ جماعت ہے جس نے تمام دنیا میں نمونہ بننا ہے تو فرمایا کہ "خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی۔ اب جو نمونہ ٹھہرے گی کا محاورہ ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ایک عظیم گواہ ہے۔ ورنہ ایک شخص اپنے نفس سے جو باتیں کرتا ہے وہ یہ بات نہ کہے کہ ٹھہرے گی۔ وہ کہے کہ خدا تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ جس کو نمونہ بنانے کے لئے قائم کیا گیا ہے وہ اس طرح میدان چھوڑ جائے اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے۔ آخری فتح پر کامل یقین ہے، نظر دور تک ہے۔ فرمایا یہ تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ یہ جماعت صبر کا نمونہ نہ بنے۔ عارضی، انفرادی غلطیوں سے صدمے تو مجھے پہنچتے ہیں مگر یہ یقین اپنی جگہ کامل ہے کہ لازماً یہ جماعت ایک دن صبر کا نمونہ بن کر ابھرے گی۔ "وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے" صبر کی راہ سے ہٹنا تقویٰ کی راہ سے ہٹنا ہے۔ "بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہاں تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے"۔ یعنی بے صبرے کا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

"نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں" اب ایک اور بہت ہی پیاری توقع اپنی جماعت سے جو علم پر مبنی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بتا رہے ہیں کہ احمدی اپنی وجہ سے بھی بعض دفعہ جوش میں آ جاتے ہیں مگر "نہایت کار" آخری جو ابتلاء ان پر درپیش آتا ہے وہ اس وقت آتا ہے جب مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں، اس وقت کوئی احمدی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو "نہایت کار" کے لفظ نے ایک عجیب نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے جماعت کا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہاں تک نظر ہے۔ فرمایا، چلو وہاں تک ہو گا نہ پھر۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری کیا حالت ہوتی ہے۔ "تم اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو" میری خاطر آگے آ کر صبر کے پیمانے توڑ کر وہاں قدم نہ رکھو جہاں قدم رکھنے کے تم مجاز نہیں ہو جس کی اجازت نہیں ہے۔ فرمایا میرا معاملہ، میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ "تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ میں ان لوگوں سے کس قدر گالیاں سنتا ہوں"۔ تم چند گالیاں سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہو بعض دفعہ، تمہیں کیا پتہ میں کتنی سنتا ہوں۔ "اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گندی گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے ہیں اور کھلے کارڈوں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ بے رنگ خطوط آتے ہیں جن کا محصول بھی دینا پڑتا ہے اور پھر جب پڑھتے ہیں تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے"۔ اس سے زیادہ تکلیفیں تمہیں تو نہیں پہنچ سکتیں۔ "جن کا محصول بھی دینا پڑتا ہے اور پھر جب پڑھتے ہیں تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے۔ ایسی فحش گالیاں ہوتی ہیں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئیں"۔ اور یہ حقیقت ہے۔ تاریخ مذاہب پر نظر ڈال کر دیکھ لیں، کسی تاریخی حوالے سے یہ بات ثابت نہیں کہ جتنا گند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفین نے بکا ہے اس کا عشر عشیر بھی کبھی پہلے کسی نبی کے متعلق اس طرح بکواس کی گئی ہو۔

فرماتے ہیں "ایسی فحش گالیاں ہوتی ہیں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئیں اور میں اعتبار نہیں کرتا کہ ابوجہل میں بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو"۔

سبحان اللہ! کیا عجیب بات ہے۔ ابوجہل نے مادے کی حد تک تو سب کچھ کر دیا لیکن اس میں وہ مادہ نہیں تھا خباثت کا جو آج دیکھنے میں آ رہا ہے۔ جو نمونے ہم آج دیکھ رہے ہیں اس مادے کے لوگ پہلے تھے ہی نہیں۔ یہ انتہا ہو چکی ہے۔ مگر ابوجہل کو اگر یہ فرماتے ہیں کہ وہ نہیں دیتا تھا تو اس کی شرافت ہوتی۔ اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو غور سے سنا کریں اور بڑے غور سے پڑھا کریں۔ ایک دفعہ یہ سمجھ نہ آئے تو دوسری دفعہ پڑھا کریں۔ آپ کا ہر لفظ ایک بہت ہی احتیاط کے ساتھ چنا ہوا ایک نگینہ ہوتا ہے جو جہاں بٹھایا جاتا ہے وہیں بیٹھنے کے لائق ہوتا ہے۔ اس سے ارد گرد اس کو آپ سرکا نہیں سکتے۔ ابوجہل کا مقابلہ تھا یہ کہہ دیتے کہ ابوجہل ایسی گالیاں نہیں دیا کرتا تھا تو صاف پتہ چلتا کہ ابوجہل زیادہ بردبار انسان تھا۔ شرافت اس میں زیادہ تھی۔ آپ نے فرمایا اس میں مادہ ہی نہیں تھا اتنا۔ جہاں تک خباثت کا مادہ تھا اس نے کوئی کمی نہیں کی۔ مگر گندی گالیوں میں یہ خمیر اور ہے اور یہ اور سی پلید مٹی سے بنے ہوئے لوگ ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ سننا پڑتا ہے۔ جب میں صبر کرتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو۔ جب مجھے امام مانا ہے اپنے متعلق میں ایسے صبر سے کام لیتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو۔ "درخت سے بڑھ کر تو شاخ نہیں ہوتی"۔ درخت کے اوپر حملہ ہوتا ہے اور درخت جو نمونے دکھاتا ہے کیا شاخ کو زیب دیتا ہے کہ وہ نمونے نہ دکھائے۔ "تم دیکھو کہ یہ کب تک گالیاں دیں گے۔ آخر یہی تھک کر رہ جائیں گے"۔ دیتے چلے جائیں، دیتے چلے جائیں، آخر تھک کر رہ جائیں گے۔ آج ہی مجھے کوئی کہہ رہا تھا کہ اس عالمی جلسے کے بعد مولویوں کے بیان آ رہے ہیں ان میں کچھ تھکن کے آثار دیکھ رہا ہوں میں۔ بہت ہی پیاری بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہی لکھ رہے ہیں، یہی پیش گوئی فرما رہے ہیں کہ تم دیکھو گے کہ آخر کہاں تک جائیں گے یہ۔ "آخر یہی تھک کر رہ جائیں گے۔ ان کی گالیاں، ان کی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز تھکا نہیں سکتے۔ پس ہم اس کے غلام ہیں جس کے خمیر میں، جس کی مٹی میں ناکامی کا خمیر نہیں، جسے کوئی چیز تھکا نہیں سکتی۔ پس آپ بھی کامل وفاداری کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدم پر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھیں اور کسی آزمائش، کسی دکھ، کسی تکلیف کے مقابل پر تھکنا نہیں اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔

"اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو بے شک میں ان کی گالیوں سے ڈر جاتا لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پروا کروں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم خود غور کرو کہ ان کی گالیوں نے کس کو نقصان پہنچایا ہے؟ ان کو یا مجھے؟ ان کی جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے"۔

اب دیکھیں یوں لگتا ہے جیسے اس جلسے کی کامیابیوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر کا براہ راست ایک تعلق ہے عین، بعینہ اسی غرض سے بنائی گئی ہو۔ اور جس طرح اب دشمن نے شور مچا دیا ہے گالیاں دوبارہ شروع کر دی ہیں اس کے مقابل پر ہمیں نصیحت۔ اور پھر تھکن کے آثار جو مسیح موعود علیہ السلام نے سو سال پہلے دیکھے تھے وہ آج ہمیں بھی دکھائی دینے لگے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کیا نقصان ہوا ہے۔ میری جماعت بڑھی ہے اور بڑھتی رہے گی۔ ان لوگوں نے کم ہونا ہی ہونا ہے اور کم ہوتے رہیں گے۔

"اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کر سکتی ہیں تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی"۔ اب دیکھیں سو سال پہلے جس وقت کی یہ تحریر ہے پوری جماعت کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ دو لاکھ سے زائد یہ جماعت کیسے پیدا ہو گئی۔ اب وہی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صبر اور دعائیں ہیں جن کے نتیجے میں اب ایک ایک سال میں خدا تعالیٰ کے فضل سے آٹھ آٹھ لاکھ سے زیادہ جماعت پیدا ہو رہی ہے۔ اور یہی صبر ہے اور یہی توکل ہے جو کل اس تعداد کو بھی دگنا کر سکتا ہے اگر اللہ چاہے۔

پس سارا سال شکر سے کام لو، سارا سال صبر کے ساتھ چمٹے رہو، ان کی گالیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرو۔ نہ پہلے ان کی گالیاں کوئی نقصان پہنچا سکی تھیں نہ آئندہ نقصان پہنچا سکیں گی۔ ہم دیکھیں گے کہ دن بدن یہ تھکتے چلے جا رہے ہیں اور مایوس اور نامراد ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک وقت لازماً آئے گا کہ ان کے چہروں پر ان کی ناکامیوں اور نامرادیوں کی سیاہیاں پھیل جائیں گی۔ وہ دن ہو گا جب کہ مومنوں کے چہرے اللہ کے احسانات سے روشن ہونگے اور دن بدن روشن تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

احمدی بھائیوں کی اپنی قابل اعتماد ٹریول ایجنسی
ہوائی سفر کیلئے
INDO-ASIA REISEDIENST
کی خدمت کے نئے انداز
دُنیا کے گرد پھیلے ہوئے پانچ براعظموں میں کسی بھی ملک میں سفر کرنے کیلئے مناسب داموں پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ حاصل کریں اور
اسی طرح پاکستان کے مختلف شہروں کے بارعایت ٹکٹ کے حصول کیلئے ہماری خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائیں
جلسہ سالانہ قادیان کیلئے
P.I.A کی خصوصی پیشکش
بکنگ جاری ہے
۴ افراد پر مشتمل کنبہ کیلئے ٹکٹ میں ۱۰ فیصد رعایت

امریکہ اور کینیڈا کیلئے Last Minute Price
شٹگارٹ میونخ ہمبرگ Düsseldorf سے کراچی ab 980,-
عمرہ یا حج کی ادائیگی ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے، پاکستان جاتے ہوئے اس اہم ترین سفر کے لئے ہم سے رابطہ کیجئے اور اپنی نشست محفوظ کرا لیجئے۔ مسافروں کا آرام ہمیشہ ہماری اولین ترجیح رہا ہے
آپ جرمنی کے کسی بھی ایئرپورٹ سے براستہ فرینکفرٹ ڈائریکٹ لاہور اور اسلام آباد فضائی سفر کر سکتے ہیں
نیز ہمارے ہاں انگریزی اور اردو کا جرمن زبان میں ترجمہ کروانے کا بندوبست بھی موجود ہے
آپ کی خدمت کے منتظر
ضیاء احمد چوہدری (ایئرپورٹ سرشیال ڈینٹ) عبدالسمیع (ونیٹے وکیل والے)
Indo - Asia Reisedienst
Am Hauptbahnhof 8 60329 Frankfurt
Tel. : 069 - 236181

جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی - سویڈن)

جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی ہم نے بہت بچپن میں قادیان سے ہی دینا شروع کر دی تھی - اباجی ڈیوٹی پر جاتے تو ہمیں ساتھ لے جاتے اور ہم انہیں مستعدی سے مہمانوں کی خدمت کرتے دیکھتے رہتے۔ شروع شروع میں ہمیں صرف پانی پلانے کی ڈیوٹی ملتی تھی اور ہم مٹی کے کورے لوٹوں میں پانی پکڑے آبخوروں میں پانی پلاتے ہوتے تھے۔ بس! قادیان میں جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی کا یہی تصور ہمارے ذہن میں ہے۔ پھر ربوہ میں کچی بیرکوں میں روٹیاں بانٹنے کی ڈیوٹی ہمارے سپرد ہوتی تھی۔ سالن تقسیم کرنے کی ڈیوٹی چھوٹے بچوں کو نہیں دی جاتی تھی مبادا وہ گرم گرم سالن اپنے اوپر گرا کر جھلس نہ جائیں یا مہمانوں میں سے کسی کے کپڑے خراب کر دیں۔ مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ ہم یہ ڈیوٹی اتنی باقاعدگی اور خشوع و خضوع سے دیتے تھے کہ باقاعدہ عبادت کا گماں ہوتا تھا۔ اور جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی سے بھاگنے کا تصور ہی نہیں تھا۔ ذرا بڑے ہوئے تو ڈیوٹی کی نوعیت بدلنا شروع ہوئی - جلسہ سالانہ کی خدمت کا بیج لگاتے ہی بدن میں عجیب چستی اور طبیعت میں بالیدگی پیدا ہو جاتی تھی۔

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ جہاں جماعت کے دیگر افراد کے لئے مرکز میں حاضر ہونے، بزرگوں کی تقریریں سننے، ان کی خدمت میں حاضری دینے اور برکات سمیٹنے کا پیغام لے کر آتا تھا وہاں مرکز میں رہنے والوں کے لئے گوناگوں خدمت کے مواقع فراہم کرتا تھا۔ مرکز کے رہنے والے ہمہ تن خدمت بن جاتے تھے شروع شروع میں مہمانوں کو ٹھہرانے کے لئے کچی بیرکیں بنائی جاتی تھیں کیونکہ خود ربوہ کی آبادی اتنی زیادہ نہیں تھی نہ ہی اتنی مکانیت میسر تھی کہ لوگ اپنے مہمانوں کو گھروں میں سمیٹ لیں۔ جوں جوں آبادی بڑھتی گئی مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ جلسہ سالانہ کے دنوں میں گھر بھی اٹاٹٹ بھر جاتے تھے، بیرکیں بھی اور جماعت کی دیگر مرکزی عمارتیں بھی! کمروں میں سے چارپائیاں اٹھا دی جاتی تھیں۔ پرالی اور کسیر بچھا دی جاتی تھی اور چھوٹے بڑے فرش پر سوتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ سما سکیں۔ کھانا لنگر سے آتا تھا مگر ہر گھرانہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے مہمانوں کو ناشتہ گھر میں ہی کرواتا تھا۔ جلسہ پر دو وقت کی روٹی تقسیم ہوتی تھی۔ صبح اور شام۔ اور صبح دال، شام کو آلو گوشت، آلو مٹر یا گوشت شلجم۔ لنگر کا کھانا اتنا مزیدار ہوتا تھا کہ لوگ انگلیاں چاٹتے رہ جاتے تھے۔

جلسہ سالانہ کے انتظامات تو سارا سال جاری رہتے تھے مگر ۲۳ دسمبر سے تمام کارکن مہمانوں کی خدمت کے لئے دفتر جلسہ میں حاضر ہو کر اپنے افسران اور رفقاء سے تعارف حاصل کر کے ڈیوٹی شروع کر دیتے تھے۔ اور ۳۱ دسمبر تک جب تک جلسہ کا ایک بھی مہمان ربوہ میں موجود رہتا ڈیوٹی دیتے رہتے تھے۔ اس کے بعد مہمانوں کو مرکزی جگہ پر جمع کر دیا جاتا تھا اور زیادہ تر کارکن ڈیوٹی سے فارغ ہو جاتے تھے۔

ہماری ڈیوٹی زیادہ تر مہمان نوازی کے شعبہ میں رہی ہے۔ مہمانوں کو وقت پر کھانا مہیا کرنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کو پیش آمدہ مشکلات حل کرنا وغیرہ۔ ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ نائب افسر جلسہ سالانہ مہمان نوازی ہوا کرتے تھے اس لئے ہمیں براہ راست ان کی زیر ہدایت کام کرنے کا شرف حاصل ہوتا رہا اور ہم نے اپنے افسر مہمان نوازی کو چوبیس گھنٹے ڈیوٹی پر موجود اور مستعد ہی پایا۔

مہمان نوازی کے سلسلہ میں دو باتیں بھلائے نہیں بھولتیں۔ ہم مکرم ملک حبیب الرحمان صاحب کے ساتھ نائب ناظم مہمان نوازی دارالعلوم کے طور پر ڈیوٹی دے رہے تھے۔ جامعہ احمدیہ کی عمارت ہمارے انتظام میں تھی۔ شکایت ملی کہ وہاں روٹی کم ہو گئی ہے اور بڑی بدانتظامی ہے۔ ہم فوری طور پر موقع پر حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ روٹی مقررہ مقدار میں آئی تھی کم کیوں پڑی؟ اس لئے کہ اس عمارت میں ڈیرہ غازی خان کے دیہاتی علاقوں کے مہمان قیام فرماتے تھے اس لئے ان کے لئے دو روٹی یا تین روٹی فی کس بہت کم تھی۔ موقع پر موجود افسر مہمان نوازی کو اس بات کا خیال کرنا چاہئے تھا۔ خیر ہم نے اور بہت سی روٹی منگوائی، مہمانوں کو مطمئن کیا اور جب اطمینان ہو گیا کہ سب مہمان سیر ہو چکے ہیں ہم واپس اپنے دفتر آ گئے جو ہوسٹل تعلیم الاسلام کالج کے دفتر میں تھا۔

ڈیرہ غازی خان کے مہمانوں میں ایک بزرگ مہمان تھے۔ ہم نے دوران ملاقات ان سے خواہش کی کہ وہ حضور کے وقت کا کوئی واقعہ سنائیں۔ آپ نے فرمایا اس زمانہ میں روٹی میں بہت برکت ہوا کرتی تھی بس بیس پچیس روٹیاں کھا کر ہی سیر ہو جاتے تھے اب اتنی روٹیوں سے کچھ نہیں بنتا۔

پھر یوں ہوا کہ ایک جلسہ پر نانبائیوں نے ہڑتال کر دی۔ حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کا یہ طریق ہے کہ تمام مہمان صرف ایک روٹی کھائیں۔ روٹی تقسیم کرنے کا وقت آیا تو کارکنوں نے تمام مہمانوں کو ایک ایک روٹی دے دی جو سب نے بڑے صبر شکر کے ساتھ قبول کر لی۔ ان بزرگ کی باری آئی تو کارکن نے ایک سے زائد روٹیاں انہیں دینی چاہیں۔ آپ نے نہایت غصہ سے کارکن کو مخاطب کر کے کہا "پاگل ہو گئے ہو، خلیفہ وقت کا حکم ہے ایک روٹی کھاؤ اور تم میرے ایمان کا امتحان لینے لگے ہو؟" - خدا معلوم وہ بزرگ حیات ہیں یا گزر گئے ہیں ان کی یہ بات اب تک ہمارے دل پر نقش ہے۔

دوسرا واقعہ مسجد اقصیٰ کے پیچھے کی بیرکوں کا ہے۔ فیصل آباد کی جماعتیں وہاں ٹھہرتی تھیں۔ ہم مکرم ملک حبیب الرحمان صاحب کی جگہ ناظم مہمان نوازی تھے مگر ہم نے اپنا دفتر بیرکوں ہی میں بنا رکھا تھا۔ ایک معمر بزرگ ۲۵ دسمبر کی شام کو تشریف لائے۔ ایک نہایت ہی پھٹیچر سی موٹر سائیکل پر سوار تھے۔ فرمانے لگے. میں فلاں جگہ سے آیا ہوں - اس سائیکل کی حفاظت آپ کی ذمہ داری ہے۔ دوسرے یہ کہ میں سوائے لنگر کی دال کے اور کچھ نہیں کھاتا۔ بوڑھا آدمی ہوں - چاول مجھے ہضم نہیں ہوتے، روٹی مجھے پچتی نہیں۔ تم بس یوں کیا کرو کہ صبح جب دال کی دیگ لاؤ تو ایک بالٹی میں پتلی سے دال اور اس کی تری محفوظ کر لیا کرو۔ میرے لئے وہی صبح و شام کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ وہ بزرگ صرف دال پر ہی گزراہ کرتے تھے۔ دوستوں کا خیال تھا کہ یہ بوڑھے آدمی ہیں اتنی دال ہضم نہیں کر سکتے مگر وہ کرتے تھے۔ ایک روز ذرا سی فراغت ملی تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صرف ایک کمبل میں سوئے ہوئے تھے آدھا نیچے آدھا اوپر! فرمانے لگے "میں تو قادیان بھی اسی سائیکل پر جایا کرتا تھا۔ اب تو اللہ نے مرکز بالکل میرے گھر کے پاس لا بنایا ہے۔ یہاں آنے میں کیا تکلیف ہے"۔ بوڑھے آدمی تھے بینائی میں فرق آ گیا تھا کانوں سے بھی اونچا سنتے تھے مگر اس کا حل یہ کرتے تھے کہ صبح صبح جا کر جلسہ گاہ میں لاؤڈ اسپیکر کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور ساری تقریریں سنتے تھے۔ ایسے مہمانوں کی خدمت کرنے میں بھی مزا آتا تھا۔

ایک دفعہ ایک مہمان ناراض ہو گئے - تعلیم الاسلام کالج کے ہال میں اجتماعی طور پر کھانا کھلانے کا انتظام تھا۔ میزیں کرسیاں لگا کر یہ اہتمام کیا گیا تھا کہ مہمانوں کو ذرا سلیقے سے کھانا کھلایا جائے۔ سالن کم پڑ گیا تو ایک مہمان محترم نے ہال کے وسط سے نعرہ لگایا کہ کارکن کتنے بے حس ہیں کہ مہمان بھوکے بیٹھے ہیں اور وہ اسٹیج پر کھڑے باتوں میں مصروف ہیں۔ اسٹیج پر ملک حبیب الرحمان صاحب اور ہم موجود تھے یعنی ناظم بھی اور نائب ناظم بھی۔ مگر ہم سالن آنے کا انتظار ہی کر سکتے تھے۔ اور کچھ کرنا ہمارے بس میں نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہی صاحب نے دوبارہ آوازہ لگایا "کچھ کرتے کیوں نہیں ہو نکمو!" اس پر ایک دوسرے مہمان نے انہیں سرزنش کی - بات بڑھنے لگی تو ملک حبیب الرحمان صاحب اس مہمان کے پاس گئے - ہم نے بتیرا کہا کہ درشتی سے بات نہ کیجئے گا وہ مہمان ہیں مگر ملک صاحب غصہ میں تھے، کچھ ان کی آواز بھی ماشاء اللہ اونچی تھی۔ کالج کے ہال میں آواز گونجتی بھی بہت ہے۔ آپ نے اس مہمان سے کہا "تم نے کیا چیخ چیخ لگا رکھی ہے! بس اتنا ہی کہنے سے وہ سب دبک گئے اور ملک صاحب کی طبیعت اعتدال پر آ گئی۔ اس اثناء میں لنگر سے سالن آ گیا۔ کھانا تقسیم ہو گیا۔ مہمان کھا کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ ملک صاحب دفتر میں آئے تو خلاف معمول بہت خاموش تھے - ہم نے پوچھا کیا بات ہے۔ فرمانے لگے مہمان سے میں نے بڑی زیادتی کی ہے۔ میں ان سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہم نے مہمان محترم کی قیام گاہ کا پتہ چلایا۔ محترم ملک صاحب وہاں تشریف لے گئے، ان سے معافی مانگی اور جب تک مہمان نے انہیں معاف نہیں کر دیا دروازے پر ہی کھڑے رہے۔ جلسہ کے مہمانوں کا یہی اکرام واجب تھا اور سب کارکن اسے ملحوظ رکھتے تھے۔

ابتداء میں ڈیوٹی دینے والوں کو زیادہ سہولتیں میسر نہیں تھیں مگر پھر بھی لوگ بڑی خوش اسلوبی سے ڈیوٹی دیتے تھے۔ جب پہلی بار تعلیم الاسلام کالج کے نیو کیمپس میں فرودگاہ بنی۔ ہمیں اس کا منتظم مقرر کیا گیا۔ سید میر داؤد احمد صاحب افسر جلسہ تھے۔ یہ قیام گاہ اتنی دور تھی کہ مہمانوں کے لئے کھانا ریڑھے پر لاد کر پہنچایا جاتا تھا۔ صبح تین بجے ہم لوگ لنگر خانہ نمبر ۳ سے دیگیں اور روٹیاں رکھاتے اور آہستہ آہستہ احتیاط سے ریڑھا چلاتے کیمپس تک پہنچتے۔ تب کہیں جا کر مہمانوں کو فجر کے معا بعد کھانا کھلا پاتے اور کھانے کا یہی وقت مقرر تھا اگر اس سے دیر ہو جاتی تو مہمان جلسہ پر وقت پر نہ پہنچ سکتے۔

نیو کیمپس کی ڈیوٹی کے زمانہ کی ہی بات ہے کہ ہم رات کو بارہ ایک بجے گھر آتے اور تین بجے واپس ڈیوٹی پر پہنچ جاتے تھے۔ بس یہی دو تین گھنٹے کا آرام ملتا تھا۔ ایک رات ہم واپس گھر پہنچے۔ برآمدہ میں تخت پوش پر قبلہ مولوی عبدالکریم صاحب لندن والے سوئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ہی برآمدہ میں ایک جھلنگا چارپائی پڑی تھی۔ ہمیں سونے کو کوئی اور جگہ میسر نہ آئی تو ہم نے اسی جھلنگا چارپائی میں بستر ڈال لیا کہ تھوڑی دیر ہی کی تو بات ہے۔ قبلہ مولوی صاحب کی جو آنکھ کھلی تو ہمیں اس جھلنگے میں دیکھ کر فرمانے لگے۔ "السلام علیکم یا اہل القبور" ہم نے ترت جواب دیا "وعلیکم السلام! آپ ابھی تک تختے پر ہی ہیں!" ایک قہقہہ بلند ہوا اور سارا گھر بیدار ہو گیا۔ جلسہ کے دنوں میں یہی عالم ہوتا تھا۔ یہی ایک دو گھنٹے کا آرام کارکنوں کو ملتا تھا۔ اور وہ سعادت سمجھ کر دن رات مہمانوں کی خدمت میں جتے رہتے تھے۔ دسمبر کی سردی اور بے آرامی کارکنوں کے رستے میں حائل نہیں ہوتی تھی۔

واقفین نو کے والدین کے لئے

ضروری اعلان

تمام ایسے احباب جنہوں نے اپنے بچوں کو وقف نو کے تحت وقف کیا ہوا ہے ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وقف نو کا فارم پر کرنے کے بعد ان کا پتہ تبدیل ہو گیا ہو تو فوری طور پر شعبہ وقف نو مرکزیہ (لندن) کو اطلاع بھجوائیں۔ اطلاع دیتے وقت "حوالہ نمبر وقف نو" ضرور تحریر کریں تاکہ ریکارڈ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ مرکزی ریکارڈ میں اندراج مکمل ہونا بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر مکمل پتہ ضرور درج ہونا چاہئے اور جب بھی پتہ تبدیل ہو اس کی اطلاع ضرور دی جانی چاہئے۔

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۳۸)

آرنیکا کے وسیع فوائد کا تذکرہ

کالی کھانسی، اپنڈکس، جلدی امراض کا علاج

گردے کی درد اور پتھری کے لئے مفید دواؤں کا تذکرہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۲۰ ستمبر ۱۹۹۴ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

لندن (۲۰ ستمبر ۱۹۹۴ء) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ہومیوپیتھک کلاس میں آرنیکا اور دیگر ادویہ کے بارے میں پڑھایا۔

آرنیکا (ARNICA)

گزشتہ ایک دو کلاسز میں آرنیکا کے متعلق ذکر جاری تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آرنیکا کے مزید خواص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ موچ میں اونچی طاقت میں اس کی ایک خوراک کافی ہے۔- Herbe Zoster میں بھی مفید ہے۔ Herbez کی دو تین اقسام ہیں۔ ایک وہ جس کی بنیاد اعصابی کمزوری پر ہے۔ اس کا تعلق جنسی بیماریوں (Venerial Diseases) سے نہیں ہے۔ جو ہربیز اعصابی کمزوری سے ہو، اس میں آرنیکا دوا ایک دفعہ مفید ہے۔ دوسری ہربیز جس کا تعلق جنسی بیماریوں سے ہے اس کا وقتی علاج انٹی بائیوٹک سے کیا جاتا ہے جس سے وقتی طور پر علامات کو دبا دیتے ہیں لیکن ایک دفعہ ٹھیک ہو جائے تو یہ نہ سمجھیں کہ اس بیماری نے پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ ہربیز میں آرنیکا، آرسینک اور لیڈم ۲۰۰ کا کمبی نیشن Combination مفید رہتا ہے۔

اگر ہربیز چہرے پر ہو جائے، آنکھوں کے گرد تو یہ بہت خطرناک ہے۔ اس سے آنکھیں ضائع ہو سکتی ہیں۔ دماغ پر حملہ ہو تو گہری دماغی بیماریوں کا خطرہ ہے۔ اس کا علاج انٹی بائیوٹک سے نہیں ہو سکتا بلکہ ان تین دواؤں سے ہونا چاہئے۔ امیر صاحب برطانیہ کو یہ تکلیف ہو گئی لیکن آرسینک، لیڈم اور آرنیکا تینوں ۲۰۰ میں دینے سے تین دن میں ٹھیک ہو گئی۔ اللہ کے فضل سے اس کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوئی بالکل صاف ہو گئی۔

یہی نسخہ (یعنی آرنیکا، آرسینک اور لیڈم ۲۰۰) زہریلے جانوروں کے کاٹے کا بھی علاج ہے۔ بچھو کے کاٹے کا بھی اور مکھی کے ڈنگ کا بھی۔ اس کا عمومی تعلق زہروں سے ہے۔ آرسینک اور آرنیکا کی علامات بعض جگہ ملتی جلتی رہتی ہیں۔

اس میں جریان خون کا رجحان بھی ہے۔ ملیریا، ٹائی فائیڈ کی بیماریوں میں میوکس ممبرین Mucous-Membrane سے خون رستا رہتا ہے۔ یہ امونیم کارب میں بھی ہے۔ انتڑیوں سے اجابت کا رنگ سیاہی مائل، پھر جب بیماری بڑھ جائے اور جسم جواب دے جائے تو سیاہ اجابت خون والی، سخت بدبو والی ہو جاتی ہے۔ ایسے کیس میں بپٹیشیا Baptisia بھی مؤثر ہے۔

آرنیکا کے مریض کو خوابوں میں بے چینی ہوتی ہے۔ ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔ یہ اس کا لازمی جزو ہے لیکن دن میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔

آرسنک کا خوف ذہن سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے مزاج میں خوف ہے لیکن آرنیکا میں بیماری میں خوف ہوتا ہے۔ جلد کی بہت دکھن ہوتی ہے۔ جلد کی کیفیت بہت بیہودہ لگتی ہے۔ آرسنک اور آرنیکا میں فرق یہ ہے کہ آسنک کا مریض بے چینی سے کروٹ بدلتا ہے اور سر مارتا ہے۔ آرنیکا کا مریض دن میں کروٹ بدلے گا مگر اس میں بے چینی نہیں۔ آرنیکا میں سارا جسم ٹھنڈا اور سر گرم ہوتا ہے۔ آرسنک میں بھی یہی کیفیت ہے لیکن فرق یہ ہے کہ آرنیکا میں سر گرم ہوتا ہے مگر سر کو ٹھنڈا کرنے کا مطالبہ نہیں ہوتا۔ ٹھنڈا پانی یا پیڈ نہیں چاہتا مگر جسم کو گرم کرنا چاہتا ہے۔ لیکن آرسنک سر کو ٹھنڈا کرنے اور جسم کو گرم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

آرنیکا کے مریض کا ٹھنڈا مزاج ایک دائمی مزاج ہے۔ مستقل سردی کے احساس پر سورائینم یاد آنی چاہئے۔ اس میں غیر معمولی ٹھنڈا مریض ہے اور سر سے پاؤں تک ٹھنڈا لیکن لیکسز (Lachesis) سخت سردی کے وقت خصوصاً پاؤں کی ٹھنڈ میں استعمال کریں۔ عموماً رات کو لیٹنے کے بعد پاؤں ٹھنڈے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور نیند اڑ جاتی ہے۔ لیکن لیکسز میں دائمی ٹھنڈ نہیں۔

سورائینم کا مریض بدبودار مریض ہوتا ہے۔ سانس میں بھی بو، فضلہ میں سخت بو، سخت سردی محسوس کرنے والا، اس کی جلدی امراض حد سے زیادہ بڑھی ہوئی حالت کو ظاہر کرتے ہیں۔ بعض دفعہ مچھلی کی طرح جسم پر چانے نکل آتے ہیں۔ یہ سورائینم کی بھی اور آرسنک کی بھی علامت ہے۔

آسنک میں مچھلی کی طرح کے چانوں کا ذکر ہے۔ اس میں اونچی طاقت میں استعمال کرائیں۔ جلد کی خشکی اور سکڑنا اس کی علامت ہے۔ آرسنک کے علاوہ سورائینم بھی اس کی علامت ہے۔ لیکن آرسنک کے اخراجات میں بدبو ہے۔ سانس میں ضروری نہیں لیکن سورائینم کے سانس میں بھی سخت بدبو ہے۔ حضور نے فرمایا یہاں میں نے ایسے مریض ٹھیک کئے ہیں کہ مریض کے کمرے میں جائیں تو بدبو سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے مریض کو پہلے سورائینم ۱۰۰۰ پھر آرسنک ۱۰۰۰ ادل بدل کر دی۔ یہ بیماری لمبا گہرا علاج چاہتی ہے۔ کم از کم دو سال تک صبر سے لمبا علاج کریں۔

آرنیکا میں نیند میں پیشاب اور بعض دفعہ اجابت ہو جانا۔ یہ جو حالت ہے یہ بخاروں کے آگے بڑھنے کے بعد ہوتی ہے پیشاب گہرے رنگ کا ہوتا ہے۔ اجابت میں ہلکا سیاہی رنگ کا خون ہوتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ آرنیکا کالی کھانسی کی ضروری دوا ہے۔ اگر نہ دیں تو کالی کھانسی کے مریض اندھے بھی ہو جاتے ہیں۔ اندرونی دباؤ سے اس کی وہی کیفیت ہو جاتی ہے جیسے کسی مریض کو مارنے کے بعد کیفیت ہوتی ہے۔ یہ کالی کھانسی کے اثرات کو دور کرتی ہے۔ آرنیکا فی ذاتہ کالی کھانسی کو ٹھیک نہیں کر سکتی۔ حضور نے فرمایا کالی کھانسی کا کوئی قطعی علاج میرے علم میں نہیں لیکن علاج نہ کروانے والوں کی نسبت کروانے والوں کی حالت اچھی رہی۔ کوئی بد اثر نہیں ہوا۔

ڈروسیرا (Drosera 30) کالی کھانسی میں ایک دفعہ رات کو روزانہ دینے سے نقصان نہیں ہوتا، اونچی طاقت نقصان دہ ہوتی ہے۔ آرام آنے سے آہستہ آہستہ کم کر دیں۔

آرنیکا بیماری کے وقت مزاج بناتی ہے۔ نئی جگہ جانے کی خواہش ہوتی ہے یعنی بیماری میں یہ خیال آتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاؤں گا تو فائدہ ہو گا۔ اگر واقعتہً دوسری جگہ جانے سے فائدہ نہ ہو تو یہ آرسنک ہے۔

آرنیکا کا فالو اپ رسٹاکس ہے اور رسٹاکس کا فالو اپ کلکیریا کارب (Calc. Carb) سے ہو گا۔

حضور نے فرمایا کہ اپنڈکس میں آرنیکا چوٹی کی دوا ہے۔ اپینڈکس میں

آرنیکا ۲۰۰ (Arnica)

برائیونیا ۲۰۰ (Bryonia)

آئرس ٹینکس ۲۰۰ (Iris Tenex)

ملا کر دیں۔ اس سے لمبے عرصے تک آپریشن کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حضور نے فرمایا مجھے اپینڈے سائٹس کا پہلا اٹیک ۶۲ - ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ لاہور میں ہوا۔ میں نے یہ دوا کھائی ٹھیک ہو گیا۔ اس کے بعد دو دفعہ اٹیک ہوا۔ ۱۹۷۲ء میں کار میں کراچی جا رہا تھا، رات کو صادق آباد میں اٹیک ہوا۔ میں خود ہی کار چلا رہا تھا۔ میں نے یہ دوا کھائی۔ صبح پھر خود ہی ڈرائیو کر کے کراچی گیا۔ بخار بھی ساتھ تھا۔ بی بی اور بچے ساتھ تھے کوئی دوسرا ڈرائیور میسر نہیں تھا۔ ان کو میں نے نہیں بتایا لیکن کراچی جا کر طبیعت زیادہ خراب ہوئی فوراً ہسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے فوری اپریشن کیا۔ ڈاکٹر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اپینڈکس پھٹا ہوا تھا اور پیپ بہہ بہہ کر جمی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ ہمارے تجربے کے مطابق ایسے مریض کو چند گھنٹے انفیکشن ہو کر مر جانا چاہئے۔ وہ یہ جان کر حیران رہ گئے کہ میں نے اسی کیفیت میں چار سو میل خود گاڑی چلائی۔ یہ اس دوا کا کمال تھا کہ اس نے صورت حال کو سنبھالے رکھا۔

حضور نے فرمایا ہومیو پیتھی کوئی کھیل تماشا نہیں یہ گہرا اثر کرنے والی دوائیں ہیں۔ اس کیس میں کم از کم دوا نے ریلیف دے دیا اور وقت دے دیا۔

جلدی بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا، چینی جلدی امراض کے ماہر کا نسخہ بہت کار آمد ثابت ہوا ہے۔ چین میں تو یہ علاج بہت سستا ہے لیکن یہاں برطانیہ میں تو اس علاج کا مقصد لوٹ مار ہے۔ ۱۰۰ ۱۰۰ پونڈ کا ایک نسخہ دیتے ہیں چند دن بعد پھر ۱۰۰ پونڈ کا نسخہ۔ اس کے لئے یہ ہومیو دوا استعمال کریں:

نیٹرم سلف (Nat.Sulph 6X)

ریڈیم برومیم (Radium Bromium 30)

یہ خلیوں کے اندر گہرائی تک اتر جانے والی دوا ہے۔ جلدی امراض میں ریڈیم کا تجربہ بہت کم ہے۔ بچوں کی ضدی بیماریوں میں سلفر اور رسٹاکس کو استعمال کر کے دیکھا ہے اونچی طاقت میں بھی دی ہے لیکن نیٹرم سلف ۶x، اور ریڈیم برومیم ۳۰ سے بہت فائدہ ہوا۔ ابھی اور کیسز بھی زیر علاج ہیں۔ اس میں مزید تجربے کرنے چاہئیں۔ جلدی نہ کریں۔ مریض کے مزاج کو دیکھیں، فرق دیکھیں کہ کس مزاج کے مریض کو فائدہ ہوا ہے۔ یہ سب باتیں ضبط تحریر میں لائیں پھر مجھے لکھیں۔

حضور نے اپنڈکس کے درد کے بارے میں فرمایا یہ دائیں طرف کولہے کے جوڑ سے ناف کے درمیان ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس میں سارے پیٹ میں درد گھومتی ہے، سخت الٹیاں آتی ہیں۔ پہلا دورہ گزر جانے کے بعد درد ٹھہر جاتی ہے۔ معدے کے درد اور دل کے درد کا مرکز بائیں طرف ہوتا ہے۔ بعض اوقات دل کا درد معدے میں اور معدے کا درد دل میں محسوس ہوتا ہے۔

پتے کے درد کی بھی یہی علامات ہیں۔ بعض اوقات سارے جسم میں درد ہوتا ہے اور بہت الٹیاں آتی ہیں۔ اس کی امتیازی علامت یہ ہے کہ سامنے سے درد پیچھے کی طرف جاتی ہے۔ ایسے مریض کو فوراً چیک کرانا چاہئے۔ اس کو تیز چلائیں سانس نہ چڑھے گا لیکن درد نہ بڑھے گی۔ اگر دل کی تکلیف ہو تو فوراً درد میں اضافہ ہو گا۔

معدے کے درد کا مریض دوڑے یا کھیلے اسے تکلیف نہ بڑھے گی۔

گردے کی درد پیچھے کی طرف ہوتی ہے۔ اگر درد کا مرکز اوپر نیچے پھیلے تو پتھری کی علامت ہے۔ اس کے لئے بربرس بطور علاج ہے۔ گردے کی درد اگر آگے کی طرف جائے تو مطلب یہ کہ پتھری گردے سے نکل گئی ہے اس صورت میں پریرا (Parira) مفید ہوتی ہے۔ اگر کیلکولائی بھی ہوں تو وہ لائیکوپوڈیم کا تقاضا کرتے ہیں۔ اگر بڑی پتھری ہو تو بربرس مستقل لمبا عرصہ مدر ٹنکچر میں دیں۔ گردے کے درد کا فوری علاج:

ایکونائیٹ (Acconite 1000)

بیلاڈونا Balladonna 1000

۱۰، ۱۵ منٹ کے وقفے سے دو دفعہ دیں تو اکثر مریضوں کی درد دیکھتے ہی دیکھتے قابو میں آ جاتی ہے۔ اگر درد قابو میں نہ آئے تو گرمی کی بجائے سردی سے آرام آئے گا۔ اس صورت حال میں میگ فاس (Mag.Phos) گرم پانی میں دیں۔

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW

FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS
NEEDS PHONE:

041 777 8568
FAX 041 776 7130

عکس نما

(پروفیسر محمد ارشد چوہدری)

بوزنین ڈرامہ

[ایکٹرز: بش، کلنٹن، یلسن، میجر، متراں، شیراک، کوہل، سلوبو، ملاڈچ، بیگووچ اور ٹچ مین]۔

۱۹۸۹ء

FRIDAY THE TENTH

۱۹۸۹ء کے ایک روز آہنی پردہ اور دیوار برلن گرتے ہیں یہ واقعہ اس قدر غیر معمولی اور غیر متوقع طور پر ظہور میں آتا ہے کہ مغرب کے اعصاب اس اچانک خوشی سے شل ہو جاتے ہیں۔ روسی سلطنت کی ٹوٹ پھوٹ سے منصہ شہود پر ابھرنے والے نئے ممالک مغرب کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں، بے یقینی کی اس کیفیت میں مغرب، نیٹو اور مغرب کی لونڈی اقوام متحدہ فوراً ان نئی ریاستوں کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

۹۲ - ۱۹۹۱ء

۱۹۹۱ء تک مغرب کے ہوش وحواس بحال ہو چکے ہوتے ہیں اور ان نئی حکومتوں کا دوبارہ کیمونسٹوں کے ہاتھوں میں جانے کا خطرہ معقول حد تک ٹل چکا ہوتا ہے۔ اور مغرب کی اسلام سے تاریخی دشمنی جسے کیمونزم نے دبا رکھا تھا دوبارہ اپنا سر اٹھاتی ہے۔ IISS لندن اور نیٹو اسلامک فیکٹر پر بحث و تمحیص کرتے ہیں اور اتفاق رائے سے اسلام کو مغرب کا واحد حریف قرار دیتے ہیں اور یہ طے پاتا ہے کہ اسلام کو کرہ ارض کے کسی بھی خطے میں آزادی اور وقار سے سانس لینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ مڈل ایسٹ کی مسلمان ریاستیں مغرب کے خون یعنی تیل کی مالک ہیں ان پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ وسط ایشیا کی نو آزاد شدہ مسلمان ریاستیں روسی حلقہ اثر میں رہنی چاہئیں۔ کیونکہ روس کی اسلام دشمنی ایک مسلمہ امر ہے۔ دیگر مسلمان حکومتیں بھی ناپسندیدہ ممالک ہیں۔ ان پر بھی مغرب کا دباؤ برقرار رہنا چاہئے۔

جہاں تک جائز وناجائز امور کا تعلق ہے۔ اس کا فیصلہ تو نئے عہد نامے نے ۲۰۰۰ سال سے کر دیا ہوا ہے۔ انسان کو ان امور پر تصرف حاصل ہی نہیں ہے۔ گناہ اور جرائم انسان کی فطرت کا حصہ ہیں۔ اس کے خون کے اجزاء ہیں، ان کی جینز (Genes) ہیں۔ وہ بھلا کیسے جرائم سے رک سکتا ہے۔ اگر اخلاقی، سماجی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور دیگر انسانی جرائم انسان کے بس میں ہوتے تو خدا کو کیا پڑی تھی کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو یہودیوں کے ہاتھوں ذلیل کرواتا۔

لہذا مغرب کی اسلامک پالیسی پر عمل در آمد میں کوئی اخلاقی، مذہبی یا کوئی اور رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی تھی۔ بے گناہ افراد کا قتل یا Rape وغیرہ تو انسانی Gene کا کیا دھرا ہوتا ہے۔ عقل مند انسان بھلا کیسے ان جرائم پر شرمندہ ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی گدھا کبھی اپنے گدھے پن پر شرمندہ ہوا ہے؟ کیا کبھی سانپ کو بھی اپنے ڈسنے پر ندامت ہوئی ہے؟ شرم وحیا، افسوس و ندامت، جرائم اور گناہ تو فرضی باتیں ہیں۔ ان کا انسانیت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ تعلق تو تب ہوتا اگر انسان جرائم سے اجتناب پر قادر ہوتا۔ بلکہ جس طرح اچھا کتا تو وہی ہوتا ہے جس میں کتے والی صفات بدرجہ اتم موجود ہوں۔ اور اچھا گدھا، گدھے پن میں اعلیٰ وارفع ہوتا ہے۔ اسی منطق سے اچھا انسان وہی ہے جس کے Gene جرائم کی ادائیگی میں عمدہ ہوں۔ اگر اس سلسلہ منطق کو ترک کر دیا جائے تو اولاً عیسائیت کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور ثانیاً مغرب کی اسلام دشمنی اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں تو اسلامی تعلیم ہی درست قرار پاتی ہے۔ اور سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے اور اس کے تتبع میں مغرب کی ہر قسم کی برتری اور اس برتری کی بنیاد پر تعمیر شدہ عظیم الشان عمارت ایک دم سے زمین بوس ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ تو اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

بوزنیا کی بندر بانٹ

اسی پس منظر میں مغرب کی دہلیز پر واقع بوزنیا کی مسلمان ریاست کی بندربانٹ کا منصوبہ بنایا گیا۔ ۱۹۹۱ء میں آسٹریا کے دارالحکومت میں سربوں، کروٹس اور مغربی نمائندوں کا اجلاس ہوا۔ جس میں طے پایا کہ بوزنیا کو سربوں اور کروٹس میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن جیسا کہ بندربانٹوں کا خاصہ ہوا کرتا ہے کہ ہر بندر زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہتا ہے۔ سربوں اور کروٹس نے اس منصوبے کی تکمیل کے لئے ذیلی منصوبے بنانے شروع کر دئے۔ سربوں کو اس دوڑ میں فوقیت حاصل تھی کیونکہ سابق یوگوسلاویہ کے ذرائع آمدورفت، اسلحہ کے ذخائر اور ذرائع ابلاغ وغیرہ وراثتاً سربیا کو حاصل ہو چکے تھے۔ بوزنیا، کروشیا، مونٹی نیگرو اور میسیڈونیا وغیرہ نوزائدہ ریاستیں تھیں۔ چنانچہ سربوں نے بغیر کسی مزاحمت کے بوزنیا اور کروشیا کے تمام اہم مقامات پر قبضہ جمالیا۔ لیکن کروشین تو جرمنوں کے کزن تھے۔ اور بوزنین کسی کے کزن نہ تھے۔ جرمنی نے کروشیا کو مسلح کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح سرب انگریزوں کے کزن تھے۔ اور انہوں نے یونان اور روس کی مدد سے سربوں کی سپلائی لائن قائم رکھی۔ جبکہ بوزنین چوری چھپے چھوٹے ہتھیار نہ جانے کس قیمت پر حاصل کر رہے تھے جن سے وہ اپنے کھوئے ہوئے علاقے تو واپس نہیں لے سکتے تھے لیکن مغرب کے اسلامی منصوبے کے راستے میں اس طرح سے حائل تھے کہ مغرب کے خواب کی تعبیر وقوع میں نہیں آ رہی تھی یا کم از کم جلد تر وقوع پذیر نہیں ہو رہی تھی۔ بوزنینز نے مغرب پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ چھوٹے ہتھیاروں کے ساتھ ہی اور بڑے ہتھیاروں کے بغیر بھی سربوں کو مزید آگے بڑھنے سے روک سکتے ہیں۔

چنانچہ مغرب نے اپنے منصوبے کے دوسرے مرحلے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ بوزنیا کے چاروں طرف پہرہ بٹھا دیا گیا تاکہ وہ چھوٹے ہتھیار بھی حاصل نہ کر سکیں۔ لیکن جرمن کروشینز کو بلاواسطہ، مغرب سربوں کو یونان کے راستے اور روسی سربوں کو ڈینیوب (Danube) کے راستے اسلحہ، تیل، خوراک اور ادویات برابر بہم پہنچاتے رہے۔ جبکہ بوزنینز کو نہ صرف اسلحہ کی سپلائی بند رہی بلکہ تیل، خوراک اور ادویات کی ترسیل بھی بند رہی اور جب بوزنینز نے یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ وہ اس طرح سے بھی زندہ رہنے کی اہلیت رکھتے ہیں تو منصوبے کا تیسرا مرحلہ شروع ہوا۔

اقوام متحدہ نے بوزنیا کی حفاظت کی ذمہ داری لے کر بوزنین علاقے اپنی تحویل میں لے لئے۔ بوزنین سپاہیوں سے اسلحہ بھی واپس لے لیا کیونکہ ان کی حفاظت اب مغرب کی ذمہ داری تھی۔ دراصل مغرب کی یہ ایک چال تھی جس سے بوزنین علاقے سربوں کے حوالے کرنا مقصود تھا۔ اس مرحلے پر مغرب نے جس بے شرمی اور بے حسی کا مظاہرہ کیا وہ اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ لیکن وہ مغرب ہی کیا جو شرما جائے۔ شرم وحیا تو خدا کا اکلوتا، عرصہ ہوا، اٹھا کر لے گیا ہوا ہے۔ وہ تو واپس آنے سے رہی۔ چنانچہ بے شرمی اور بے حیائی کا یہ سلسلہ تیزی سے اپنے ارتقاء کی منازل طے کر رہا تھا اور اس کی موجودہ ارتقائی ہیئت یہ ہے کہ نیٹو سربوں پر ہزاروں فضائی حملے کر چکا ہے۔ یہ فضائی حملے اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخ انسانی کے عجیب ترین حملے ہیں۔

ان فضائی حملوں سے نہ تو اسلحہ کے ڈپو تباہ ہوتے ہیں، نہ عمارتیں گرتی ہیں، نہ انسان مرتے ہیں بلکہ سرب اور طاقتور ہو کر سرائیوو (Sarajevo) پر پہلے سے زیادہ اور شدید تر حملے کر رہے ہیں۔ اور یہی ان حملوں کا مقصود اول ہے کہ دنیا کو یہ تو بتایا جائے کہ مغرب مسلمانوں کا دفاع کر رہا ہے اور حقیقت اس کے بالکل برعکس ہو۔ سربوں پر جو بم برسائے جا رہے ہیں ان میں بارود کی جگہ عیسائیت بھری ہوئی ہے۔ جب وہ گرتے ہیں تو عیسائیت کو تقویت دیتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے وہی بم سربوں کی توپوں میں داخل ہو کر بے گناہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مار دیتے ہیں۔ دنیا پہلی مرتبہ اس قسم کے بموں سے متعارف ہو رہی ہے۔ جس طرح نیوٹران بم صرف انسانوں کو ہی مارتے ہیں عمارتوں، اسلحہ، سڑکوں اور دیگر تنصیبات کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اسی طرح پر نیٹو کے یہ بم عیسائیوں کو کچھ نہیں کہتے بلکہ دوبارہ اچھل کر مسلمانوں پر گرتے ہیں۔

نیٹو کے سربوں پر یہ فضائی حملے اس لحاظ سے غنیمت ہیں کہ اس سے قبل تو مغرب کو انسانی چہرہ پہننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہو سکی تھی۔ بوزنینز کو بوزنینز کہنے کی بجائے انہیں مسلمان، مسلمان پکارا جا رہا تھا۔ تاکہ مغربی عوام کی اسلام دشمنی سے پورا پورا استفادہ کیا جا سکے۔

۹۴ - ۱۹۹۳ء

۹۴ - ۱۹۹۳ء میں مغرب، اقوام متحدہ، نیٹو اور عیسائیت انسانی چہرہ پہننے سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ کیونکہ مغربی اقوام اور عوام پر یہ حقیقت عیاں ہو چکی تھی کہ بوزنیا میں مرنے والے اور Rape ہونے والے مسلمان ہیں، انسان اور جانور نہیں۔ جانور بھی ہوتے تب بھی مغرب کو ان پر رحم آ جاتا کیونکہ مغرب میں جانوروں کے حقوق کی محافظ سینکڑوں تنظیمیں موجود ہیں جو کتوں، بلوں، سوؤروں اور بچھڑوں، بھیڑوں وغیرہ کے حقوق کے لئے مظاہرے کرتے رہتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں بچھڑوں، بھیڑوں اور سوؤروں کی ایک ملک سے دوسرے ملک میں ترسیل کے معاملے پر سارے یورپ میں مظاہرے اور ہڑتالیں ہوتی رہی ہیں کہ کس طرح ان جانوروں کی عزت و وقار کی حفاظت کی جانی چاہئے۔ مظاہرین ٹرکوں میں لادے ہوئے جانوروں کی حالت پر زار وقطار روتے دکھائی دیتے تھے۔ گائے کو بیٹھنے اور آرام کرنے کی سہولت میسر نہیں ہے۔ سؤر بے چاروں کو بے رحمی سے ٹرکوں سے اتارا جا رہا ہے۔ بھیڑوں کو گرمی سے پسینہ آ رہا ہے اور کسی کو ان کی تکلیف کا احساس نہیں وغیرہ۔

مغرب کی یہ رحم دلی لاکھوں انسانوں کے بہیمانہ قتل وغارت، ہزاروں عورتوں کے Rape Camps اور بچوں بوڑھوں کی لاشوں کے انبار دیکھ کر اس لئے حرکت میں نہ آئی کہ یہ چیزیں نہ تو انسان تھے اور نہ ہی سؤر، بیل، گائے اور بچھڑے، بھیڑیں وغیرہ۔ ان پر آنسو بہانے سے کیا حاصل۔ وہ تو ایسی اشیاء تھیں جن کا ختم ہونا ہی انسانیت کے لئے بہتر تھا۔

۱۹۹۵ء

کہتے ہیں انسانیت Coma میں جا سکتی ہے لیکن مرتی کبھی نہیں ہے۔ کفارہ بھی اسے مرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور نہ ہی Genetic جرائم اور گناہ اس کو ختم کر سکتے ہیں۔ ۱۹۹۵ء سے قبل ہی بوزنین ڈیسکس (Desks) کے کئی ایک امریکن، یورپین اور جنگی جرائم کی عالمی عدالت کے ارکان کی انسانیت Coma سے نکل آئی تھی اور وہ انسانیت سے عاری اس ڈرامے کے کردار بننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ بعض کردار اس ڈرامائی بے عزتی اور بے شرمی سے بھی تنگ آ چکے تھے۔ حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اقوام متحدہ کے سپاہیوں کا قتل ڈرامائی ہے، ان کی یرغمالی ڈرامائی ہے، برطانوی اور فرانسیسی سپاہیوں کا قتل بھی ڈرامائی ہے، محفوظ علاقے بھی ڈرامائی ہیں، سربوں کی دھمکیاں بھی ڈرامائی ہیں۔ لیکن ڈرامہ چار سال لمبا ہو چکا تھا۔ چار سال تک مصنوعی قتل، مصنوعی بے عزتی، اور مصنوعی بے شرمی بھی اب ان کو بور کر رہی تھی۔ اخبارات، رسائل، ٹی وی، اور دیگر ذرائع ابلاغ بھی اس Monotony سے تنگ آ چکے تھے۔ خطرہ پیدا ہو چکا تھا کہ کہیں کل کلاں اگر اصلی دھمکیاں، اصلی فضائی حملے اور اصلی طاقت کا مظاہرہ کرنا پڑا تو کہیں مغربی عوام کی انسانیت جاگ نہ اٹھے۔

اس خطرہ کے پیش نظر لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ مغرب، نیٹو اور اقوام متحدہ کو اپنا منصوبہ تو ترک نہیں کرنا چاہئے لیکن انہیں اب انسانی چہرے (Mask) پہن ہی لینے چاہئیں۔ دنیا کی اکثر آبادی اور بالخصوص مغربی عوام Human beings کی بجائے Media Beings تو بن ہی چکے ہیں۔ کیوں نہ

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC

CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 0274 724 331/ 488 446
FAX 0274 730 121

Media پر مغرب کو مسلمانوں کی حفاظت میں عیسائیوں پر مصنوعی حملے کرتے دکھایا جائے، جس سے یہ تاثر پیدا ہو کہ مغرب بھی انسان ہی ہے۔ انصاف اور انسانیت کی خاطر اپنے لاڈلوں پر بھی بمباری کر سکتا ہے۔ لیکن اب بمباری میں ایسے بم استعمال کئے جائیں جو عیسائی افراد، عیسائی ٹینکوں، عیسائی میزائلوں، عیسائی افواج، عیسائی عمارتوں، عیسائی اڈوں اور عیسائی سپلائی لائنوں کو کچھ نہ کہیں۔ بلکہ یہی بم سربوں کو مسلمانوں پر حملوں میں مزید قوت بہم پہنچائیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مغرب کے اسلامی منصوبے کا یہ مرحلہ پوری طرح کامیاب ہو رہا ہے۔ دنیا کے عوام یہی سمجھ رہے ہیں کہ واقعی سربوں پر حملے ہو رہے ہیں اور مغرب کی بے شرمی انسانی چہرہ پہن چکی ہے۔ رہا Intellectual Club کا مسئلہ تو وہ اپنی اپنی مصلحتوں اور مجبوریوں کے اسیر ہیں۔ مسلمان ریاستوں کو خود اپنے شہریوں کی فکر نہیں ہے، وہ بوزنین مسلمانوں کے غم میں کیوں ہلاک ہونے لگے۔ مارگریٹ تھیچر جیسی مضبوط شخصیت بھی ایک بیان دینے کے بعد قومی مفادات کی مصلحتوں کا شکار ہو گئی۔ امریکہ کے جن افسروں نے اس ڈرامے کے خلاف استعفے دئے وہ خود تو سیاست سے بے دخل ہو چکے لیکن مغرب کے اسلامی منصوبے کو کمزور نہ کر سکے۔ اقوام متحدہ کے جنگی جرائم کے جج استعفیٰ دے کر واپس اپنے ملک میں جا بیٹھے لیکن ملاڈچ اور سلوبو کو عدالت میں حاضر نہ کر سکے۔ دیگر اہل فکر ان تجربات کی افادیت سے مایوس ہو کر گونگے اور بہرے بن کر ایک طرف ہو گئے۔

آخری مرحلہ ـ ۱۹۹۶ء

مغرب کے اسلامی منصوبے کے بوزنیا سیکشن کے آخری مرحلے کا آغاز ہو چکا ہے۔ کروشیا نے اپنے علاقے تو سربوں سے واپس لے لئے ہیں۔ لیکن بوزنین علاقوں پر سربوں کے قبضے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ کروشیا کا موقف یہ ہے کہ اول تو بوزنیا کو اس لئے تقسیم نہ کیا جائے کہ جس بنیاد پر بوزنیا کی تقسیم قرار پاتی ہے اسی بنیاد پر کروشیا کی تقسیم بھی قرار پاتی ہے۔ لیکن اگر مغرب کو بوزنیا کی تقسیم پر اصرار ہی ہے تو پھر کروشیا کو اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ کروشیا کو یقین ہے کہ مغرب کسی صورت میں بوزنیا کو باقی نہیں رہنے دینا چاہتا۔ اسی لئے وہ بوزنیا کے بارڈر پر اپنی افواج جمع کئے ہوئے ہیں کہ جونہی بندر بانٹ شروع ہو کروشیا کا حصہ محفوظ رہے۔ ادھر مغرب کو یقین ہے کہ بوزنیا تقسیم پر راضی ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے اور کوئی راستہ باقی نہیں رہا ہے۔ بصورت دیگر بوزنیا ۲۱ ویں صدی کا سپین بن جائے گا۔ جہاں نہ صرف ان کی حکومت نہیں ہوگی بلکہ ایک بھی مسلمان زندہ نہیں بچے گا۔ اور جو مسلمان مغربی یورپ میں پناہ گزین ہیں وہ عملاً تو پہلے ہی عیسائی ہیں۔ ۷۰ سالہ کیمونزم نے ان کے پاس اسلام کے نام کے سوا کچھ بھی تو نہیں رہنے دیا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ عیسائیت کے سمندر میں ضم ہو جائیں گے اور بوزنیا کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے گا۔

ڈرامہ ۱۹۹۶ء

کلنٹن :ـ سلوبو بیٹے! ہم تم پر حملے جاری رکھیں گے لیکن گھبرانا بالکل نہیں۔

سلوبو :ـ انکل! ہم بے وقوف نہیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ کے یہ حملے محض ڈرامہ ہیں۔

میجر :ـ سلوبو بیٹے! ہمیں خوب پتہ ہے کہ تم بے وقوف نہیں ہو لیکن ہمارے لئے اپنے چہرے پر انسانی نقاب پہننا ضروری ہو گیا ہے۔ کیونکہ کل کو جب ہم مسلمان ملکوں پر اصلی حملے کریں گے تو ہم کہہ سکیں گے کہ ہم تو انصاف کی خاطر اپنے پیاروں سلوبو اور ملاڈچ کو بھی معاف کرنے کے روادار نہیں رہے۔

سلوبو :ـ لیکن انکل! ہماری عزت کا بھی تو خیال رکھیں۔ اقوام متحدہ کی جنگی جرائم کی عدالت ہمیں سزا سنا چکی ہے۔

یلسن :ـ بیٹے! ہم کس مرض کی دوا ہیں؟ کون مائی کا لال تم پر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ اسی لئے تو عدالت کا صدر مستعفی ہو کر گھر جا چکا ہے۔

متراں :ـ سلوبو بیٹے! ملاڈچ کو اچھی طرح سمجھا دو۔ شیراک تمہارا پورا خیال رکھے گا۔

شیراک :ـ ہاں ہاں، سلوبو بیٹے، تمہیں یونان کے راستے اتنا اسلحہ ملتا رہے گا کہ تم اپنی حفاظت کر سکو۔

یلسن :ـ اور ہم بھی Danube کے راستے تمہیں سب کچھ پہنچا رہے ہیں۔

سلوبو :ـ انکل! آپ کے شکریہ کے لئے تو میرے پاس الفاظ تک نہیں۔

کلنٹن :ـ سلوبو بیٹے! یاد رکھو، روس بھی اب ہماری حکم عدولی کی جرات نہیں کر سکتا۔ اس کی کیا مجال کہ تمہاری سپلائی بند کر سکے۔

سلوبو :ـ انکل میرا بھی یہی مطلب تھا کہ امریکہ روس دوستی زندہ باد۔

بش :ـ سلوبو بیٹے! میرے جانے سے تمہیں فرق نہیں پڑا۔ کلنٹن بھائی بھی میری ہی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔

کلنٹن :ـ کیوں نہیں۔ دیکھو، ہم نے نیٹو کے مصنوعی حملوں کی طرح امریکہ کے سینیٹ Senate اور ہاؤس سے مصنوعی ریزولیوشن بھی کروا دئے۔ کیا تمہیں کوئی فرق پڑا؟

سلوبو :ـ نہیں انکل، بالکل بھی نہیں، بلکہ ان مصنوعی حملوں اور ریزولیوشنوں سے ہمارے حوصلے بڑھے ہیں۔

سلوبو :ـ انکل کوہل آپ کیوں خاموش ہیں؟

کوہل :ـ سلوبو بیٹے! میں شرمندہ ہوں کہ میں نے کروشیا کو تم سے بھی طاقتور بنا دیا ہے۔ اور اس نے تم سے اپنے علاقے واپس لئے لئے ہیں۔ لیکن میں مجبور تھا۔ میرے لئے تم دونوں برابر کے بیٹے ہو۔

سلوبو :ـ انکل ہمیں خوشی ہے کہ کروشیا نے بوزنیا کے علاقوں پر قبضہ نہیں کیا۔

کوہل :ـ بیٹے سلوبو ہم نے ہی اسے منع کیا تھا کیونکہ ہم خود بوزنیا کو تم دونوں میں برابر تقسیم کرنے والے ہیں۔

سلوبو :ـ شکریہ انکل۔

ملاڈچ :ـ انکل کلنٹن! لیکن اگر بوزنیا نہ مانا تو۔

کلنٹن :ـ بوزنیا کے نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ جو ہم نے R.R.F. فوج بھیج رکھی ہے۔ وہ کس لئے ہے۔

ملاڈچ :ـ شکریہ انکل۔

بیگووچ :ـ انکل صاحبان، کیا مجھے بھی بولنے کی اجازت ہے۔

یلسن :ـ نہیں، بالکل نہیں۔

کلنٹن :ـ بالکل نہیں، تم صرف سنو۔

شیراک :ـ بولنے دو بے چارے کو، کیا فرق پڑتا ہے۔

کوہل :ـ بات کرنے میں کیا حرج ہے؟۔

نیج مین :ـ کیا مجھے بھی بات کرنے کی اجازت ہے؟

کلنٹن :ـ کیوں نہیں۔

یلسن :ـ کیوں نہیں۔

میجر :ـ کیوں نہیں۔

کوہل :ـ ضرور ضرور۔

شیراک :ـ اچھا پھر دونوں کو بولنے دو۔

کلنٹن :ـ بیگووچ! کہو، کیا چاہتے ہو۔

بیگووچ :ـ بوزنیا کی سرحدیں تو بین الاقوامی سرحدیں ہیں جن کو اقوام متحدہ اور آپ سب تسلیم کر چکے ہیں۔

کلنٹن :ـ تو پھر؟

بیگووچ :ـ تو پھر آپ بوزنیا کو کیسے بانٹ سکتے ہیں؟

کلنٹن :ـ واہ بیگووچ، بے وقوف ہی نکلے نا۔ جو تمہاری سرحدیں تسلیم کر سکتے ہیں وہ ان سرحدوں کو توڑ کیوں نہیں سکتے۔ تمہیں یہ بھی علم نہیں ہے۔ کہ ہم "بہادر" اب دنیا کی واحد سپر پاور ہیں۔ ہم جو چاہیں کریں۔ تم کون ہوتے ہو ہمیں ٹوکنے والے۔

بیگووچ :ـ اگر ہم نہ مانیں تو؟

کلنٹن :ـ بے وقوف! پہلے ہم تم سے پوچھ کر یہ سب کچھ کر رہے ہیں کیا؟

نیج مین :ـ اچھا انکل صاحبان! اگر آپ نے بوزنیا کو تقسیم ہی کرنا ہے تو میرا حصہ مجھے ملنا چاہئے۔

کلنٹن :ـ ۴۹ فیصد تو سربوں کو ملے گا اور ۵۱ فیصد جو کہلائے گا تو بوزنیا ہی لیکن ہو گا تمہارے ماتحت۔

نیج مین :ـ شکریہ انکلز۔

سلوبو :ـ شکریہ انکلز۔

ملاڈچ :ـ شکریہ انکلز۔

کلنٹن :ـ شکریہ تو تم سب کا ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ ہم یہ سب کچھ تمہاری خاطر تھوڑا ہی کر رہے ہیں۔

یلسن :ـ ہاں بچو! ہم تمہارے بے حد مشکور ہیں۔

میجر :ـ اگر تم ہماری مدد نہ کرتے تو یہ سارا کام ہمیں خود کرنا پڑتا۔

بش :ـ شاباش بچو۔

شیراک، متراں :ـ ہمیں تم پر فخر ہے۔

بیگووچ :ـ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ ابھی تک تو ہمارا ارادہ خودکشی کا نہیں ہے۔

سائنس کی دنیا

(آصف علی پرویز)

WINDOWS 95

گزشتہ چند روز سے اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں Windows 95 کا بہت تذکرہ ہے۔ صرف اس بات سے اس کی پبلسٹی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی اشتہار بازی پر ہی ساری دنیا میں ۱۰۰ ملین پاؤنڈ خرچ کئے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اس صدی کی سب سے بڑی اشتہاری مہم تھی جس میں بیک وقت ساری دنیا میں اس Product کو بازار میں لایا گیا۔

سوال یہ ہے کہ Windows 95 ہے کیا بلا اور اس کا ایک کمپیوٹر کے استعمال کرنے والے پر کیا اثر ہو گا؟ کمپیوٹر اپنی ذات میں ایک بے جان مشین ہے لیکن جب اس میں مختلف پروگرام ڈالے جاتے ہیں تو یہ حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے۔ ہر کمپیوٹر میں ابتدائی "جان" ڈالنے کے لئے ایک پروگرام استعمال کیا جاتا ہے جس کو Operating System کا نام دیا گیا ہے۔ ایک عام کمپیوٹر پر DOS یعنی Disk Operating System استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی کام یہ ہے کہ یہ مختلف Application Programmes مثلاً انشاء پردازی، تصویر کشی، اعداد و شمار کا ریکارڈ وغیرہ رکھنے کے لئے ایک مرکزی دماغ کا کام کرتا ہے۔ یہ مختلف فائلوں کو کمپیوٹر کے حافظہ یعنی Hard Disk پر اس انداز میں محفوظ کرتا ہے کہ جب بھی کسی پروگرام کی ضرورت ہو تو چند سیکنڈوں میں متعلقہ معلومات مل جاتی ہیں۔

Dos System میں یہ خرابی تھی کہ اس کی کام کی رفتار نسبتاً سست تھی۔ پہلے مختلف پروگرام صرف 16 Bit Address ہی استعمال کر سکتے تھے۔ اس نئے پروگرام سے یہ 32 Bit Address استعمال کر سکیں گے۔ اگرچہ یہ ایک تکنیکی اصطلاح ہے لیکن سادہ الفاظ میں اسے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ایک بڑی شاہراہ ہو جس پر ۱۶ سڑکیں ہوں اگر یکدم ۱۶ کی بجائے ۳۲ سڑکیں بن جائیں تو واضح ہے کہ کتنی زیادہ اور تیز رفتاری سے کاریں چل سکیں گی۔

دوسری بڑی تبدیلی اس کے استعمال کو آسان بنانے میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ لفظ Windows (یعنی کھڑکیاں) سے ہی ظاہر ہے کہ اس پروگرام میں بجائے اس کے کہ صرف ایک وقت میں ایک ہی پروگرام چل رہا ہو کئی پروگرام بیک وقت چل سکتے ہیں۔ مثلاً آپ ایک ہی وقت میں انشاء پردازی کر سکتے ہیں جبکہ کمپیوٹر اسی وقت کچھ چھاپ بھی رہا ہو اور شاید کسی تصویر میں رنگ بھرنے میں بھی مصروف ہو اور دنیا کے دور دراز لگے ہوئے کمپیوٹر سے معلومات حاصل کرنے کے لئے "گفتگو" بھی کر رہا ہو!۔

کمپیوٹر کو عام طور پر سائنس دان انسان سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کا دماغ بیک وقت شاید لاکھوں کام کرنے میں مصروف ہو جس کا بعض اوقات ایک عام انسان کو علم بھی نہیں ہوتا مثلاً سانس لینے، سوچنے، دوسرے اعضاء پر کنٹرول، گفتگو، اعداد و شمار اور دوسرے کام بیک وقت ہو رہے ہوتے ہیں۔ Windows 95 بلاشبہ بیک وقت کئی کام کرنے کی طرف ایک ابتدائی قدم ہے لیکن انسان کے ایک ہی وقت میں کئی کام کرنے سے اس کا کچھ بھی مقابلہ نہیں۔

MOST AUTHENTIC
INDIAN FOOD
GRANADA
TAKE AWAY
202 ROUNDHAY ROAD
LEEDS
TELEPHONE 0532 487 602

طب و صحت

ہائی بلڈ پریشر سے خبردار رہئے

۱۹۹۳ء میں یوایس نیشنل ہارٹ، لنگ اینڈ بلڈ انسٹی ٹیوشن نے ۲۷۶۷ افراد پر تحقیق کے دوران یہ نیا نتیجہ اخذ کیا کہ ایسے لوگ جن کا Diastolic بلڈ پریشر نارمل سطح پر تھا اور Systolic پریشر نارمل تھا وہ ایسے لوگوں کی نسبت جن کا Systolic پریشر نارمل تھا زیادہ خطرہ سے دو چار رہتے ہیں۔ اس طرح عام روایتی نظریہ کہ اصل خطرہ Diastolic بلڈ پریشر بڑھنے سے ہوتا ہے اور Systolic بلڈ پریشر اگر زیادہ بھی ہو تو خطرہ کی کوئی بات نہیں غلط ثابت ہونے لگا۔

ہائی بلڈ پریشر کروڑوں افراد کو متاثر کرتا ہے۔ اس کی سطح ۹۰/۱۴۰ سے زائد ہوتی ہے اور اسے "خاموش قاتل" یا Silent Killer بھی کہا جاتا ہے۔ ان میں ہائی Systolic پریشر کے علاج کی طرف سب سے کم توجہ دی جاتی ہے جس سے بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ یہ عام طور پر زیادہ عمر کے لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ شریانیں تنگ اور سخت ہو جاتی ہیں اور ان میں سے خون گزارنے کے لئے زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ دل کا وہ حصہ جو شریانوں میں خون پھینکنے کا ذمہ دار ہے بہت زیادہ محنت کرنے لگ جاتا ہے اور اس طرح کمزوری کا سبب بنتا ہے۔

ایک اور تحقیق میں ۶۰ سال اور اس سے زیادہ عمر کے ہائی بلڈ پریشر مریضوں کو پانچ سال تک زیر جائزہ رکھا گیا اور دیکھا گیا کہ جو لوگ بلڈ پریشر کم کرنے کی ادویات استعمال کر رہے تھے ان میں ان لوگوں کی نسبت جو ادویات استعمال نہیں کر رہے تھے فالج کا خطرہ ۳۶ ٪، دل کے حملے کا خطرہ ۲۷ ٪ اور موت کا خطرہ ۱۳ ٪ تک کم تھا۔ لیکن صرف ادویات کا استعمال ہی مناسب نہیں بلکہ دیگر طریقوں سے بھی اسے کم کیا جانا چاہئے جن میں چند درج ذیل ہیں:-

ورزش

یونیورسٹی آف میری لینڈ کے .James.M Hagberg کے مطابق ورزش سو فیصد تو نہیں لیکن ۷۵ فیصد کیسز میں بہت فائدہ مند ہے اور اس کے ذریعہ خون کے دباؤ میں کمی آتی ہے۔

ورزش کرنے سے قطعاً سخت قسم کی ورزشیں مراد نہیں ہیں بلکہ عام قسم کی ہلکی پھلکی ورزشیں مثلاً تیز رفتار سے چلنا زیادہ فائدہ مند ہیں۔ ورزش اس قسم کی ہو کہ انسان اپنے زیادہ سے زیادہ Pulse ریٹ کے ۵۰ ٪ تک پہنچ جائے۔ (ایک آدمی کا Pulse ریٹ جو زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے وہ اس کی عمر کو ۲۲۰ سے منہا کرنے سے حاصل ہوتا ہے)۔

ابھی تک حتمی طور پر ورزش سے بلڈ پریشر کم ہونے کی وجہ تو سمجھ میں نہیں آسکی لیکن سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ورزش سے شریانیں پھیل جاتی ہیں اور بعد میں بھی گھنٹوں پھیلی رہتی ہیں جس سے خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔

خوراک

Dr. Mathew Gillmann جو ہارورڈ میڈیکل سکول میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں نے ۳۰۷۴ افراد کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ خوراک میں پوٹاشیم کی زیادہ مقدار بلڈ پریشر کم کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اس کے مطابق پوٹاشیم کا ایک ملی گرام غذا کے ایک حرارہ میں اگر موجود ہو تو بلڈ پریشر ایک پوائنٹ کم ہو جاتا ہے۔

پوٹاشیم کیلے، ٹماٹر، آلو اور مالٹے وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور خوراک میں شامل پوٹاشیم، پوٹاشیم کی بنی ہوئی گولی کھا لینے سے زیادہ مفید ہے لیکن زیادہ مقدار میں پوٹاشیم کا استعمال جسم میں دیگر نقصانات کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لئے اس کے استعمال سے قبل ڈاکٹر سے ضرور مشورہ کر لینا چاہئے۔

دیگر

بلڈ پریشر کی تبدیلی میں نمکیات اور خاص طور پر قدرتی نمک کے استعمال میں بہت احتیاط کرنی چاہئے۔

پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ کافی، چائے وغیرہ میں موجود کیفین (Caffeine) اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ لیکن اب تحقیق کے مطابق اس کا عارضی طور پر اثر تو ضرور ہوتا ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کیفین کا استعمال بہت خطرناک نہیں ہے۔

قبض کشا غذائیں (Fiber Intake) سے بھی بلڈ پریشر میں فرق پڑتا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں Harverd School of Public Health کی تحقیق کے مطابق پھلوں اور سبزیات میں شامل شدہ فائبر خاص طور پر Systolic پریشر میں مفید ہیں۔ موٹاپا بھی بلڈ پریشر میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

تناؤ

آرام کرنے سے بلڈ پریشر میں عارضی طور پر کمی تو آتی ہے۔ لیکن جب بھی کوئی شخص ذہنی تناؤ کے ماحول میں کام شروع کرتا ہے اس کا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔

ایک اور تحقیق کے مطابق تناؤ کے ماحول میں کام کرنے کے بعد گھر جا کر بلکہ نیند میں بھی اس کا اثر رہتا ہے۔ لیکن تناؤ صرف واحد وجہ ہائی بلڈ پریشر کی نہیں ہے اور اسے دوائیوں اور آرام کی مدد سے کم کیا جا سکتا ہے۔

بہت سے افراد ایسے ہیں جن کا بلڈ پریشر معمولی طور پر زیادہ ہوتا ہے مثلاً ۹۰/۱۴۰۔ اس صورت میں وہ ادویات استعمال کرنا نہیں چاہتے لیکن ورزش اور وزن کم کرنے سے اسے کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔

ایسے ہی افراد کے مطالعہ پر مشتمل ایک تحقیقاتی ٹیم نے ۹۰۲ افراد کا مطالعہ کیا اور اگست ۱۹۹۳ء میں ان کے جاری کردہ نتائج میں ان افراد کو جن کا اوسطاً بلڈ پریشر ۹۱/۱۴۰ تھا پانچ گروپوں میں وزن کم کرنے، ورزش کرنے کے ساتھ ساتھ ادویات بھی تقسیم کی گئیں جبکہ ایک گروپ کو وزن وغیرہ تو کم کرایا گیا لیکن اصل ادویات کی جگہ Placebo دی گئیں۔ نتیجہ کے مطابق جن کو ادویات دی گئی تھیں وہ ان افراد کے بالمقابل جنہیں Placebo دی گئی تھیں بہتر حالت ظاہر کرتے رہے۔ چنانچہ اب سائنسدانوں کا خیال ہے کہ درمیانہ درجہ کے اونچے بلڈ پریشر میں بھی ادویات کا استعمال زیادہ بہتر ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ ایسے تمام افراد کو فوراً ادویات کا استعمال شروع کر دینا چاہئے، درست نہیں۔ اس میں اور بہت سی باتیں مثلاً سگریٹ نوشی، ذیابیطس، کولیسٹرول لیول اور بڑھا ہوا دل وغیرہ بھی دیکھنا چاہئے۔

Dr. Edward Roccella جو نیشنل بلڈ پریشر ایجوکیشن پروگرام میں کوآرڈی نیٹر ہیں، کے مطابق ایسے درمیانہ درجے کے اونچے بلڈ پریشر کے مریضوں کو جسے Stage 1 Hypertension بھی کہا جا سکتا ہے پہلے چھ ماہ تک اپنے طرز زندگی میں مثبت تبدیلی پیدا کر کے بغیر ادویات کے استعمال کے جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کس حد تک یہ بڑھا ہوا دباؤ کم کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس تبدیلی کے بعد بھی دباؤ میں کمی نہ آرہی ہو تب ڈاکٹروں کے مشورہ سے ادویات استعمال کی جا سکتی ہیں اور جب ایک سال کے بعد اس میں کمی آجائے تو دوائی کی خوراک کم کرنی مناسب ہوگی اور بعض حالات میں دوائی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

(ماخوذ از ریڈرز ڈائجسٹ، مئی ۱۹۹۵ء)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ - محمود احمد ملک)

براہ کرم قارئین یہ بات پیش نظر رکھیں کہ ایسے اہم مضامین جو قبل ازیں بھی کسی جریدہ یا اخبار میں شائع ہو چکے ہیں اور ان کے بارے میں "الفضل ڈائجسٹ" میں بھی تبصرہ کیا جا چکا ہے، مکرر اشاعت کی صورت میں ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

★★ مکرم چودھری اسداللہ خان صاحب سابق امیر جماعت لاہور ۱۹۲۸ء میں حصول تعلیم کے لئے برطانیہ تشریف لے گئے لیکن ماحول کے فرق کی وجہ سے طبیعت اس قدر بوجھل ہوئی کہ واپسی کے لئے سیٹ بک کروالی اور حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحب کی سرزنش سے بھی ارادہ میں تبدیلی نہ پیدا ہوئی۔ لیکن روانگی سے چند روز قبل جب حضرت مصلح موعودؓ کا یہ پیغام پہنچا کہ اگر تعلیم حاصل کئے بغیر آگئے تو میں ناراض ہو جاؤنگا۔ اس پر دل کی کایا پلٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۳ سالہ کورس ۲ سال میں مکمل کر لیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ کمرہ امتحان سے باہر آنے پر جب دوسرے طلباء کے جوابات کے ساتھ موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ انکا پرچہ اچھا نہیں ہوا اس پر حضورؓ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا تو حضورؓ نے جواباً فرمایا "میں دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کامیاب فرمائے گا"۔ انہوں نے جوابی تار نتیجہ سے پہلے ہی اپنے دوستوں کو دکھا دیا چنانچہ نتیجہ نکلا تو ان سب سے آپکے نمبر زیادہ تھے۔ محترم چودھری صاحب سیدنا مصلح موعودؓ کی شفقت کے واقعات بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ تقسیم ملک سے چند سال پہلے آپ شدید بیمار ہوگئے اور پیشاب کی بجائے خون کے اخراج سے اس قدر کمزوری ہوگئی کہ پہلو بدلنا بھی ممکن نہ رہا۔ ایک دن حضورؓ عیادت کے لئے تشریف لائے اور باتوں باتوں میں فرمایا "آپ کا جلسہ پر جانے کو تو جی چاہتا ہوگا"۔ چودھری صاحب نے آبدیدہ ہوکر عرض کی "وہ کون احمدی ہے جو جلسہ پر جانا نہ چاہے"۔ اس پر حضورؓ نے اپنی مبارک آنکھیں اٹھاکر انکی طرف دیکھا اور حضورؓ کی گردن سے نہایت خوبصورت سرخی چہرہ کی طرف بڑھنی شروع ہوئی کہ حضورؓ کا چہرہ، گردن، پیشانی اور کان سرخ خوبصورت اور چمکدار ہوگئے۔ حضورؓ نے شہادت کی انگلی سے انکی طرف اشارہ کرکے فرمایا "آپ انشاء اللہ ضرور جلسہ پر آئیں گے"۔ تھوڑی دیر بعد حضورؓ تشریف لے گئے تو انہیں پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ انہوں نے پیشاب کیا تو اس میں ذرہ بھر بھی خون کی آلائش نہیں تھی۔ اس کے بعد آپ تیزی سے روبہ صحت ہوئے اور جلسہ سے تین چار روز قبل ہی قادیان حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ یہ مضمون روزنامہ "الفضل" ۲۱ اگست کی زینت ہے۔

★★ اسی شمارہ میں ایک مضمون البانیہ کے بارے میں ہے جو یورپ کا ایک پسماندہ ملک ہے۔ اسکی لمبائی ۲۰۷ میل اور ۵۰ میل کے درمیان ہے۔ کثیر تعداد میں جھیلیں اور دریا اسے قدرتی حسن سے مالامال کئے ہوئے ہیں۔ ۳۰ لاکھ آبادی نسلی طور پر دو گروہوں میں منقسم ہے۔ ۷۰٪ کا پیشہ زراعت ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۷۰٪ مسلمان اور ۳۰٪ عیسائی ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں کیمونسٹ حکومت نے تمام مساجد اور چرچوں کو بند کر دیا تھا۔ عثمانی ترکوں نے جن کے ذریعہ سے اسلام کا نفوذ عمل میں آیا تھا یہاں کئی صدیوں تک حکومت کی۔ ۱۹۱۲ء میں اسکی خود مختاری کو تسلیم کرکے ۱۹۲۰ء میں یہاں قومی حکومت قائم کردی لیکن ۱۹۳۹ء میں اٹلی نے البانیہ پر قبضہ کر لیا اور جنگ عظیم دوم میں شکست کے دوران جرمنی نے بھی ۱۹۴۳ء میں البانیہ پر حکومت کی۔ اس کے بعد ملک میں اشتراکیوں نے حکومت بنالی۔ ۵۵ء میں البانیہ اقوام متحدہ کا رکن بنا اور پھر روس سے تعلقات خراب ہوتے ہوتے ۶۸ء میں ختم ہوگئے جسکے بعد البانیہ نے چین سے مستحکم تعلقات قائم کئے لیکن وہ بھی ۱۹۷۷ء میں ختم ہوگئے اور اس کے بعد یوگوسلاویہ ہی تعلقات کا محور رہا۔ ملک میں یک پارٹی نظام حکومت ہے اور اس کا دارالحکومت تیرانہ ہے۔ یہ مضمون محترم محمد محمود طاہر صاحب نے تحریر کیا ہے۔

Kenssy
Fried
Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

نوع انسانی کا سفر

(چوہدری خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

انسان کی ابتداء کس سرزمین سے ہوئی اور ہم کن کن حالتوں سے گزر کر موجودہ شکل و صورت تک پہنچے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جو اکثر انسان پوچھتے ہیں۔ اس کا جواب سائنس دان پہلے یہ دیا کرتے تھے کہ انسانی سفر ڈیڑھ لاکھ سال پہلے افریقہ سے شروع ہوا تھا۔ سب انسان ایک ہی جگہ رہتے تھے اس لئے ارتقاء بھی اکٹھے ہی ہوا۔ لیکن اب حال ہی میں کیلیفورنیا کی سٹینفورڈ (Stanford) یونیورسٹی نے انسانوں کے D.N.A. پر تحقیق کی ہے جن کا تعلق مختلف رنگ و نسل اور ملکوں سے ہے تا انسانوں کا باہمی تعلق معلوم کیا جائے۔ اس تحقیق سے دو باتیں سامنے آئی ہیں۔ اول یہ کہ یہ بات درست ہے کہ زندگی کا سفر افریقہ سے کوئی دو لاکھ سال پہلے شروع ہوا تھا۔ دوسری بات جو زیادہ دلچسپ ہے وہ یہ کہ نوع انسانی شروع سے ہی دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلنا شروع ہو گئی تھی اور ہر حصہ اپنے اپنے ماحول کے مطابق بقا کی جدوجہد کرتا رہا جس سے مختلف انسانی نسلیں وجود میں آئیں۔ دوسرے لفظوں میں شجر انسانی شاخ در شاخ ہو کر دنیا میں اس طرح پھیلا کہ ہر شاخ اور پھر اس کی شاخ آزادانہ طور پر ترقی کرتی ہوئی موجودہ رنگ و نسل تک پہنچی۔

انسانی ارتقاء کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ سے بھی سوالات کئے گئے تھے ان کے جوابات کی روشنی میں جو کچھ خاکسار سمجھ پایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کئی شکلوں میں سے گزر کر موجودہ حالت تک پہنچا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "و قد خلقکم اطوارا" (۷۱:۱۵) اور انسان پر وہ حالت بھی گزری ہے کہ قابل ذکر چیز نہ تھا (۷۶:۲)۔ یہ درست نہیں ہے کہ ایک ہی نوع (Species) سے انسان، حیوان، چرند پرند اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوئے بلکہ انسانی نوع شروع ہی سے باقی انواع سے مختلف تھی اور اس کا ارتقاء خود اس کی اپنی نوع کے اندر ہی ہوا ہے۔ تمام انسانوں کا تعلق اسی نفس واحدہ سے ہے اور سب انسان ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں (۴:۲) انسان اپنی پیدائش سے قبل رحم مادر میں جن اطوار سے گزرتا ہے وہ ان حالتوں کی تصویریں ہیں جن میں سے نوع انسانی کروڑوں سال پہلے اپنے ارتقائی مراحل میں سے گزری ہے۔ چونکہ ہر نسل اور شاخ نے آزادانہ طور پر ترقی کی ہے اس لئے ہر شاخ کا پہلا شخص جو خدا کی وحی کا مہبط بنا وہ اس سلسلہ کا آدم تھا۔ اس طرح کوئی ایک لاکھ آدم گزرے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ آسٹریلیا اور افریقہ کے اصلی باشندوں کا آدم دوسروں کے آدم سے مختلف ہو۔ جیسے جیسے زندگی مسلسل ترقی کر رہی تھی۔ اس کے اندر بھی مختلف دور ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جسمانی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی۔ ایک دور ہزار سال کا، اس سے بڑا سات ہزار سال کا اور اس سے بڑا دائرہ پچاس ہزار سال کا (قرآن ۷۰:۵، ۲۲:۴۸)۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے جب انسانی کی عمر بڑھتی ہے سو اس پر روزانہ ایک دور چوبیس گھنٹے کا آتا ہے، ایک سات دن کا اور ایک سال بھر کا۔

آخری آدم وہ تھے جن کی نسل سے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک ۴۷۳۹ قمری سال گزرے جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشفاً علم دیا گیا (تحفہ گولڑویہ)۔ "احادیث صحیحہ متواترہ کے رو سے عمر دنیا یعنی حضرت آدم سے لے کر آخیر تک سات ہزار برس قرار پاتی ہے"۔ آجکل ۱۴۱۶ ہجری قمری سال جا رہا ہے۔ سات ہزار سالہ دور میں سے ۶۱۴۵ قمری سال اور ہزار سالہ دور میں سے ۱۴۵ قمری سال گزر چکے ہیں۔ یہ دور ۱۸۵۴ عیسوی میں شروع ہوا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بابرکت وجود دنیا میں ظاہر ہو چکا تھا۔ اور قرآن سے نور حاصل کر رہا تھا تا دنیا کو اس نور سے منور کرے گویا موجودہ سات ہزار سالہ دور میں سے ۸۵۵ سال باقی ہیں۔ اس کے بعد اگلا دور کس شکل میں ظاہر ہو گا خدا ہی جانتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

> "یاد رہے کہ قیامت بھی کئی قسم پر منقسم ہے اور ممکن ہے کہ سات ہزار سال کے بعد کوئی قیامت صغریٰ ہو جس سے دنیا کی ایک بڑی تبدیلی مراد ہو، نہ کہ قیامت کبریٰ"۔
>
> (تحفہ گولڑویہ)۔

اسی طرح فرمایا:

> "اسلام اس بات کا قائل ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا جو خدا کے ساتھ کوئی نہ تھا اور صرف وحدت اپنا جلوہ دکھلا رہی تھی۔ اور خدا ایک پوشیدہ خزانہ کی طرح تھا۔ پھر خدا نے چاہا کہ میں شناخت کیا جاؤں تو اس نے اپنی شناخت کے لئے انسان کو پیدا کیا مگر ہم نہیں جانتے کہ کتنی دفعہ وحدت الٰہی کا زمانہ آچکا ہے اس کا علم خدا کو ہے۔ لیکن جیسا کہ دوسری صفات ہمیشہ کے لئے معطل نہیں رہ سکتیں، ایسا ہی وحدت الٰہی کی صفت بھی ہمیشہ معطل نہیں رہتی اور کبھی کبھی اس کا دور آ جاتا ہے اور کبھی ذات الٰہی دنیا کو ہلاک کرنا چاہتی ہے اور کبھی پیدا کرنا کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں صفات اس کے ہیں۔ اس لئے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ خدا ہر ایک جاندار کو ہلاک کرے گا یہاں تک کہ آسمان اور زمین کا بھی ایسے طور پر تختہ لپیٹ دیا جائے گا جیسا کہ ایک کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے"۔
>
> (چشمہ معرفت)

REQUEST FOR TRANSLATION

There is a need for volunteers for translating video tapes from Urdu/English into major foreign languages. If you are fluent in any language, please contact Mrs. B. Sheikh C/O private secretary, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, with an introductory letter from your Ameer.

(Private Secretary)

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Muslim TV AHMADIYYA

Programme Schedule for Transmission from London
22nd September 1995 - 5th October 1995

Friday 22nd September

11.30	Tilawat
11.45	Dars -ul-Hadith (Urdu)
12.00	MTA Variety: Bait Bazee Faisal Abad / Kharian
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 21, Part 2
1.00	MTA News
1.30	Friday Sermon by Hazrat Khalifa-tul-Massih
2.40	Nazm
2.45	"Guldasta"
3.45	Qaseedah
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes.

Saturday 23rd September

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Hadith - English
12.00	Bosnia Desk: Bosnians with Huzur at Ba'at-ul-Rasheed, Hamburg Germany. 31/5/1995 1st part
1.00	MTA News
1.30	Around The Globe
2.00	Children's Corner: Children's meeting with Imam Ata-ul-mujeeb Rashid sahib
3.00	Nazm
3.05	MTA Variety: programme from Germany
3.40	Qaseedah.
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's programmes

Sunday 24th September

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith with English Translation
12.00	Eurofile: A letter From London, by: Ameer Jama'at UK
12.30	MTA Variety
1.00	MTA News
1.30	Children's Corner, "Lets Learn Salat", with Ata-ul-Majeeb Rashid Sahib.
2.00	Mulaqat
3.05	Nazam
3.10	M.T.A. Variety
3.45	Qaseedah
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Monday 25th September

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Malfoozat
12.00	Eurofile
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 22, Part 1
1.00	MTA News
1.30	Around The Globe: A Visit To Norway
2.00	Natural Cure: Homeopathy lesson.
3.00	Nazm
3.05	Dil bar mera yehi hai, By: Ch: Hadi Ali Sahib
3.30	MTA Variety: Programme from Germany
4.00	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Tuesday 26th September

11.30	Tilawat
11.45	Seerat-ul-Nabi (S.A.W)
12.00	Medical matters with Dr. Mujeebul Haq Khan sahib.
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 22 Part 2
1.00	MTA News
1.30	MTA Lifestyle: Cooking programme Al Maidah
2.00	Natural Cure: Homeopathy Lesson No. 26
3.00	Nazm
3.10	Canada Speaks: Meeting Our Friends
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Wednesday 27th September

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Hadith
12.00	Eurofile
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 23 part 1
1.00	MTA News
1.30	MTA Lifestyle: Sewing Lesson Perahan
2.00	Quran Class: Tarjumatul Quran
3.00	Nazm
3.05	MTA Variety: Seerat Sahaba of Hazrat Massih-E-Maud (a.s.w). About Hadhrat Mufti Muhammad Sadiq Sahib
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Monday 28th September

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Mulfoozat
12.00	Medical Matters: First aid, by Dr. Mujeeb-ul-Haq Khan Sb.
12.30	Learning Languages with Huzur, lesson 23 part 2
1.00	MTA News
1.30	Around The Globe
2.00	Quran Class: Tarjumatul Quran
3.00	Nazm
3.05	MTA Variety: Quiz Programme, Rabwah
3.30	Children Corner: Yassarnal-Quran No.1
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Friday 29th September

11.30	Tilawat
11.45	Dars -ul-Hadith (Urdu)
12.00	MTA Variety: Bait Bazee from Karachi
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 24, Part 1
1.00	MTA News
1.30	Friday Sermon by Hazrat Khalifa-tul-Massih
2.40	Nazm
2.45	Mulaqat with Huzur
3.45	Qaseedah
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes.

Saturday 30th September

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Hadith - English
12.00	Bosnia Desk: Bosnians with Huzur at Ba'at-ul-Rasheed, Hamburg Germany. 31/5/1995 2nd part
1.00	MTA News
1.30	Around The Globe
2.00	Children's Corner: Mulaqat with Huzur
3.00	Nazm
3.05	MTA Variety: programme from Germany
3.40	Qaseedah.
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's programmes

Sunday 1st October

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith
12.00	Eurofile: A letter From London, by: Ameer Jama'at UK
12.30	MTA Variety
1.00	MTA News
1.30	Children's Corner, "Lets Learn Salat", with Ata-ul-Majeeb Rashid Sahib.
2.00	Mulaqat
3.05	Nazam
3.10	M.T.A. Variety
3.45	Qaseedah
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Monday 2nd October

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Malfoozat
12.00	Eurofile
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 24, Part 2
1.00	MTA News
1.30	Around The Globe: A Visit To Norway
2.00	Natural Cure: Homeopathy lesson.
3.00	Nazm
3.05	Dil bar mera yehi hai, By: Ch. Hadi Ali Sahib
3.30	MTA Variety: Programme from Germany
4.00	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programme

Tuesday 3rd October

11.30	Tilawat
11.45	Seerat-ul-Nabi (S.A.W)
12.00	Medical matters with Dr. Mujeebul Haq Khan sahib.
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 25 Part 1
1.00	MTA News
1.30	MTA Lifestyle: Cooking programme Al Maidah
2.00	Natural Cure: Homeopathy Lesson.
3.05	Nazm.
3.10	Canada Speaks: Tech Talk
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Wednesday 4th October

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Hadith
12.00	Eurofile
12.30	Learning Languages with Huzur, Lesson 25 part 2
1.00	MTA News
1.30	MTA Lifestyle: Sewing Lesson Perahan
2.00	Quran Class, Tarjumatul Quran.
3.05	Nazm
3.10	MTA Variety: Seerat Sahaba of Hazrat Massih-E-Maud (a.s.w). About Hadhrat Maulana Sher Ali Sahib
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Thursday 5th October

11.30	Tilawat
11.45	Dars-e-Mulfoozat
12.00	Medical Matters with Dr. Mujeeb-ul-Haq Khan Sb.
12.30	Learning Languages with Huzur, lesson 26 part 1
1.00	MTA News
1.30	Around The Globe: Rabwah Aik Taroof
2.00	Quran Class: Tarjumatul Quran
3.05	Nazm
3.10	Children Corner: Yassarnal-Quran No.2
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	Tomorrow's Programmes

Programmes or their timings may change without prior notice. We welcome viewers' comments about the quality of translation of the programmes. "Learning languages with Hazoor". Programmes or their timings may change without prior notice.

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095
Vol. 2 Friday, September 22, 1995 No. 38

طلباء کے ملی جلی قابلیت کے گروپ

یا

قابلیت کے اعتبار سے گروپ بندی

اسلامی نقطہ نگاہ سے کون سا طریقہ تعلیم بہتر ہے؟

(رشید احمد چوہدری)

ایک عرصہ سے دنیا کے چوٹی کے ماہرین تعلیم اس بات پر بحث کرتے چلے آئے ہیں کہ کون سے نظام تعلیم سے طلباء بہتر طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور بڑے ہو کر ملک و قوم کے لئے مفید وجود بن سکتے ہیں۔ اس نظام میں جس میں بچوں کی گروپ بندی کرتے وقت قابلیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور قابل طلباء کو علیحدہ گروپ بنا کر انہیں بہتر طریق پر پڑھایا جاتا ہے یا اس نظام میں جس میں ملی جلی قابلیت (Mixed Ability) کے بچے گروپوں میں رکھے جاتے ہیں۔ دونوں گروپوں کی طرف سے مضبوط دلائل دئے جاتے ہیں مگر ابھی تک ماہرین کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے۔

خاکسار نے یہ سوال حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک "ملاقات" پروگرام میں کیا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی ۲۳ دسمبر ۱۹۹۴ء کی نشریات میں شامل تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ خاکسار اپنے لفظوں میں بیان کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ قابلیت کے اعتبار سے گروپ بنا کر بچوں کو تعلیم دینا نازی (Nazi) اصولوں کے بہت قریب ہے۔ اس اصول سے نسل پرستی (Racism) اور فاشسٹ خیالات کی بنیادیں قائم ہو جاتی ہیں اس لئے جہاں تک ممکن ہو احمدی ماہرین تعلیم کو اس خوفناک صورت حال کے خلاف پوری جدوجہد کرنی چاہئے اور اس طرح کی گروپ بندی اور ایسے نظام تعلیم کے خلاف آواز اٹھانی چاہئے کہ جس کے نتیجہ میں طلباء کا ایک طبقہ اپنے آپ کو Super Talented سمجھنے لگے۔

حضور نے فرمایا کہ اس ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں ان چیزوں کا ازالہ مشکل ہے مثلاً ایک ملک کے امیر لوگ اپنی دولت کی بناء پر اپنے بچوں کو مہنگے سکولوں میں بھجواتے ہیں جہاں کمپیوٹرز یا اسی قسم کی جدید مشینوں کو استعمال کر کے بچوں کے معیار تعلیم کو بلند کیا جاتا ہے۔ پھر ایسے سکولوں میں فی استاد طلبہ کی تعداد بھی تھوڑی ہوتی ہے جبکہ اس کے مقابل عام سکولوں میں ایک ایک سیکشن میں ۱۰۰ سے زائد بچے ہوتے ہیں اور سکول میں اس طرح کے کئی سیکشن ہوتے ہیں۔ ان سکولوں میں ایک استاد کا طلبہ کی طرف انفرادی توجہ دینا تو در کنار ان کو سنبھالنا بھی مشکل ہوتا ہے اور اکثر بھیڑ بکریوں کی طرح انہیں ایک کمرہ میں بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر پڑھنے کے لئے کتب تک ان کو میسر نہیں ہوتیں۔ ظاہر ہے ان بچوں کی تعلیم میں استاد کا بہت کم دخل ہوتا ہے مگر یہ صورت حال غریب ملکوں کی مجبوری ہے۔ امیر لوگوں کو وہاں اپنے بچوں کو اعلیٰ سکولوں میں تعلیم دینے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ اگرچہ یہ صورت خال نقصان دہ تو ہے مگر یہاں قابلیت کا فرق پھر بھی قائم رہتا ہے کیونکہ امارت بچوں کو اچھے سکول تو دلوا سکتی ہے، بہترین ٹیچر اور سامان تو مہیا کر سکتی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ان سکولوں سے فارغ التحصیل طلبہ لائق فائق بھی ہوں۔ اسی طرح ایک بہتر نظام تعلیم ہونے کے باوجود بعض طلباء نالائق نکل آتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض دفعہ عام سکولوں میں جس کی حالت زار کا نقشہ میں نے اوپر کھینچا ہے قابل ترین طلباء نکل آتے ہیں۔ ایسے ممالک میں وہ خرابی تو نہیں جو وہاں پائی جاتی ہے جہاں Selective نظام تعلیم ہے کیونکہ ایسے تعلیمی اداروں میں جہاں قابلیت کی بنا پر گروپ بندی کر کے تعلیم دی جائے بچوں میں ایک قسم کا تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قوم کے لیڈر بنائے جا رہے ہیں اور یہ کہ انہی نے تعلیم سے فارغ ہو کر حکومت کی باگ ڈور سنبھالنی ہے اس لئے انہیں آکسفورڈ، کیمبرج اور ہارورڈ یونیورسٹیوں میں بھیجا جاتا ہے۔ وہاں ان کے گروپ بنتے ہیں اور بعض دفعہ تعلیم کے دوران ہی انہیں سیاست میں آگے لایا جاتا ہے۔ یہ وہ نہیے ہیں، وہ نشان ہیں جو کامیابی کا نشان سمجھے جاتے ہیں گویا یہ ان کو حکومت کا اہل بنا دیتے ہیں۔ یہ طرز اپنے اندر بے پناہ نقصانات رکھتی ہے۔ پھر یہ انہی اصولوں پر کام کرتے ہیں جن پر بعض ملکوں میں مافیا کام کرتا ہے اور ملک پر قابض ہو جاتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے مثال کے طور پر فری میسن کی تحریک کا ذکر فرمایا جس نے انگلستان کی سیاست پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ اگرچہ بظاہر ایسا نظر نہیں آتا مگر بعض دفعہ ایسے حقائق شائع ہو جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سیاست میں اوپر آنے کے لئے فری میسن کے ساتھ تعلق ہونا ضروری ہے اور بہت کم ایسے لوگ ہیں جو اس تعلق کے بغیر ابھرتے ہیں۔ پھر اس میں بھی شک نہیں کہ ایسے گروپوں کو جو ان مخصوص تعلیمی اداروں میں بن جاتے ہیں قابو کرنا اور اپنے مفادات کے لئے استعمال کرنا مافیا کے لئے نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ پس تعلیمی نظام میں عمداً ایسی باتیں داخل کر دینا جو طلباء کے مزاج کو ایک خاص قسم کے مزاج کے طور پر ڈھال دیں اور پھر ایسا مزاج ساری قوم کا مزاج بن جائے بہت ہی خطرناک بات ہے۔

دنیا کے تعلیمی نظاموں کا جائزہ

حضور نے فرمایا کہ اگر دنیا بھر کے تعلیمی نظاموں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس وقت جاپانی نظام تعلیم دنیا میں بہترین نظام ہے۔ جاپان میں ماہرین تعلیم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہر بچے کا قدرتی حق ہے کہ اسے براہ راست استاد کی توجہ ملے اور قابلیت کے اعتبار سے تقسیم کا وہاں کوئی تصور موجود نہیں۔ ہر بچے کو بچپن سے ہی اخلاقی قدریں بغیر مذہب کی تعلیم دئے سکھائی جاتی ہیں اور چونکہ یہ قدریں ہر مذہب میں مشترک ہیں اس لئے کسی کو اعتراض کا موقع بھی نہیں ملتا۔ اگر آپ ان اخلاقی اقدار کا مطالعہ کریں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے قرآن و حدیث کا مطالعہ کر کے ان تصورات کو اکٹھا کر دیا ہے اور پھر اسے نظام تعلیم کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ جاپانیوں نے نظام تعلیم کو ہر قسم کے تعصبات سے پاک رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام تعلیم میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک اسلامی نظام تعلیم میں موجود تھیں مگر مسلمانوں نے ان کو اپنایا نہیں۔

جاپان کے نظام تعلیم میں اساتذہ کی تعداد کی شاگردوں کی تعداد کے ساتھ نسبت ۳ یا ۴ کی ہوتی ہے یعنی ہر تین یا چار بچوں کے لئے ایک استاد مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک آئیڈیل صورت حال ہے مگر عملی طور پر یہ نسبت زیادہ سے زیادہ ۹ یا ۱۰ تک ہو جاتی ہے مگر اس سے زیادہ نہیں۔ جاپانی ماہر تعلیم یہ سمجھتے ہیں کہ اصل تعلیم یہ ہے کہ استاد کی توجہ چند کے حلقہ تک محدود رہے اگر اس سے زیادہ پھیلے گی تو بچوں کی تعلیم کا حرج ہو گا۔

قابلیت کا فیصلہ کون کرے گا؟

حضور نے جواب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پھر ایسے نظام تعلیم میں جس میں قابلیت کے اعتبار سے بچوں کو تقسیم کر کے تعلیم دی جاتی ہے ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اس بات کا فیصلہ کہ کون قابل (Talented) ہے اور کون (Talented) نہیں ناممکن کام ہے۔ عام طور پر یہ جانچنے کے لئے ٹیسٹ پیپر ایجاد کئے گئے ہیں مگر یہ مروجہ ٹیسٹ انتہائی ناقص اور غیر مؤثر ہوتے ہیں کیونکہ ان میں بہت سی باتوں کو کلیۃً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اول تو جن بچوں کا ٹیسٹ لیا جاتا ہے ان کی بیک گراؤنڈ الگ الگ ہوتی ہے۔ پھر بعض ایسے سکول ہیں جہاں ایسے ٹیسٹوں کی مشق کروائی جاتی ہے اور اس طرح وہ ان امتحانات کی اونچ نیچ سے بخوبی واقف ہو جاتے ہیں اور امتحان میں پورے اترتے ہیں بلکہ بعض ایسے غریب گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں جہاں ان کی روزمرہ زندگی ایسے دھارے پر گزرتی ہے کہ ان کا دماغ روشن ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بچے اگرچہ روشن دماغ ہوں بھی تب بھی اگر ان کے دماغوں پر روشنی نہ پڑے تو وہ چمکیں گے کیسے۔ ان تمام محرکات کی موجودگی میں انسان کا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں قابل ہے اور فلاں نہیں، مہمل بات ہے اور یہ کسی بچے کی بھی قابلیت جانچنے کے لئے انتہائی ناقص طریق ہے۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محض غربت کی وجہ سے بعض بچے صحیح تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں اور اس طرح کے نظام کے ہمیشہ بھیانک نتائج نکلتے ہیں۔ کیونکہ انہیں محروم طلبہ میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ نفسیاتی طور پر تباہ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو ہر وقت اپنی محرومی کا احساس رہتا ہے۔ پھر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے سینوں میں انتقامی جذبے لے کر پلتے ہیں اور ان کے الجھے ہوئے پیچ در پیچ خیالات بہت خطرناک انتقامی کاروائیوں پر منتج ہو جایا کرتے ہیں۔ اگر ہم ڈکٹیٹروں کے بچپن کے حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ بچپن سے ہی احساس محرومی کا دخل ان کی پرورش میں ہے اور بڑے ہو کر انہوں نے اپنے اس احساس محرومی کا بدلہ دو چار آدمیوں سے نہیں بلکہ پوری قوم سے بلکہ بعض دفعہ تو دوسری قوموں سے بھی لیا اور اس طرح لاکھوں کروڑوں انسان ان کے جذبہ انتقام کی بھینٹ چڑھے۔

اس لئے تعلیمی ماہرین کا انسانی نفسیات کے معاملات میں اس قدر بے دھڑک ہو کر جرات سے فیصلہ کرنا اور یہ سمجھنا کہ ہم عالم ہیں، عقل مند ہیں، صحیح فیصلہ کرنے پر قادر ہیں، درست بات نہیں۔

نظام تعلیم میں دخل اندازی بہت ہی احتیاط کا تقاضا کرتی ہے اور ہمیں چاہئے کہ کسی نئے نظام کو اپنانے کے بجائے ان نظاموں کا جو ورثتاً ہمارے حصے میں آئے ہیں بڑے غور سے مطالعہ کریں اور پھر ان میں تدریجاً ایسی مفید تبدیلیاں کریں جن کے متعلق ہمارا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ وہ نفع مند تبدیلیاں ہونگی۔

SUPPLIERS OF FROZEN AND
FRIED MEAT - VEGETABLE
& CHICKEN SAMOSAS
LAMB BURGERS
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD,
LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882
PARTIES CATERED FOR

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد